بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آئینۂ حقائق

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم ۔ اے ؛ پی ۔ ایچ ۔ ڈی

ادارۂ مظہر اسلام ۔ لاہور
اسلامی جمہوریہ پاکستان

آئینۂ حقائق

(ایک غیر مسلم مورخ کے غیر مورخانہ خیالات کا تحقیقی جائزہ)

تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔اے، گولڈ میڈلسٹ پی۔ایچ۔ڈی،

ترتیب

محمد عبدالستار طاہر

ادارہ مظہرِ اسلام

لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۴

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۱

---------بیاد---------

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ **محمد** مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی

نام کتاب	—	**آئینہ حقائق**
تحقیق	—	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ترتیب	—	محمد عبد الستار طاہر
صفحات	—	۵۶
سن اشاعت	—	۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء
تعداد	—	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	—	۲۰ روپے

(بذریعہ عام ڈاک منگوانے کے لئے -/۲۰ روپے کے ٹکٹ بھیجیں)

ملنے کے پتے

اِدارہ مظہرِ اسلام

نئی آبادی، مُجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور، پاکستان، کوڈ نمبر ۵۴۸۴۰

- مسلم کتابوی ـ دربار مارکیٹ، گنج بخش، لاہور
- مکتبہ قادریہ ـ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور
- راحت ایسوسی ایٹ ـ ۱۴۱ ـ عزیز بھٹی روڈ، نزد راحت بیکری، لاہور ـ فون ۶۶۶۵۶۵۰
- ادارہ مسعودیہ ـ ۲/۶ ـ ای ۵ ـ ناظم آباد ـ کراچی ـ کوڈ نمبر ۷۴۶۰۰ ـ فون: ۷ ۴۳ ۷ ۶۶۱۴ ـ ۰۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

تقدیم

ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔ بدیسی زبان کو دیسی زبان میں اس طرح ڈھالنا کہ اس کا سیاق و سباق بھی محفوظ رہے۔ سلاست و روانی بھی قائم رہے اور اصل روح بھی رواں دواں دکھائی دے۔ ایک کٹھن کام ہے۔

حضرت مسعودِ ملت فرماتے ہیں:-

"کسی کتاب کا ترجمہ اتنا آسان نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں ترجمہ کرنا ایک سینے سے دل نکال کر دوسرے سینے میں رکھنا ہے' اور ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں۔۔ ہر ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ مترجم جس زبان کی کتاب کا ترجمہ کررہا ہے اور جس زبان میں کررہا ہے' دونوں زبانوں کے نشیب و فراز سے باخبر ہو۔۔ اگر وہ کتاب مترجم کے عہد سے بہت پہلے کی ہے تو پھر الفاظ کے ان معانی کا جاننا بھی ضروری ہے جو اس عہد میں لئے جاتے تھے' جس عہد میں کتاب سامنے آئی۔ کیونکہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ الفاظ کے تلفّظ اور معانی میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بعض الفاظ سفر کرکے دوسری زبانوں سے بھی آجاتے ہیں۔ اس لئے جب قومیں آپس میں ملتی ہیں تو ان کی زبان اور تہذیب و تمدّن ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں داخل ہوجاتے ہیں۔ کبھی ہو بہو نقل کرلئے جاتے ہیں اور کبھی الفاظ معنی میں کچھ تغیّر کے ساتھ۔ مترجم کو زبان پر کامل عبور اور اہلِ زبان کے اِسرار و رُموز کے ساتھ اُن تمام حقائق کا جاننا بھی ضروری ہے۔۔ اس کے ساتھ سباقیات و سیاقیات اور اُن علوم و فنون پر اس کی نگاہ ہونی چاہئے جن سے وہ

کتاب بحث کر رہی ہے۔ کیونکہ علمی و فنّی کتاب کے ترجمے کے لئے صرف زبان دانی کافی نہیں۔"

(تقدیم، کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں، از مولانا محمّد صدیق ہزاروی، مطبوعہ لاہور 1988ء)

حضرت مسعودِ ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمد صاحب نے زمانۂ طالب علمی ہی میں انگریزی سے اردو ترجمہ کا آغاز تقریباً 1953ء میں کیا۔ سب سے پہلے لیوپولڈ اسد کی انگریزی کتاب Islam at the cross Roads کے چند ابواب کا "اسلام دوراہے پر" کے عنوان سے اردو ترجمہ کیا، جس کی ایک قسط ماہنامہ پاسبان، (الٰہ آباد) میں اسی زمانے میں شائع ہوئی تھی۔

پھر 1957ء اور 1958ء کے درمیان دو انگریزی کتابوں کا ترجمہ املا کرایا:-

(1) Dr. Sorley : Shah Abdul Latif Bhitai

(2) D.B.Medonald : Development of muslim Theology, Jurisprudence and constitutional Theory

1957ء میں ایک یونیورسٹی کے رجسٹرار محمّد حسین ترک کی کتاب The Economic History.of.Hyderabad کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جسے اسی سال انٹرنیشنل بُک کارپوریشن، حیدر آباد نے "حیدر آباد کی معاشی تاریخ" کے عنوان سے شائع کیا۔

1958ء اور 1959ء کے درمیان مشہور مغربی ڈرامہ نگار شیکسپیئر کے ڈرامے The Two Gentleman of Verona کا ترجمہ کیا جسے مکتبۂ شاہکار، لاہور نے شائع کیا۔

آج سے 38 سال قبل اسی زمانے میں یعنی 1957ء اور 1958ء میں ہندوستان کے مشہور و معروف مؤرخ، ماہرِ تعلیم، محقّق، سفارت کار اور پارلیمنٹرین ڈاکٹر تارا چند کی کتاب،

"The influence of Islam on Indian Culture"

کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے ایم اے (فاضل) کے لئے بطور تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا، جو ٹائپ شدہ 400 سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھا۔ اسے "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات" کے نام سے 1946ء میں مجلس ترقی ادب، لاہور نے شائع کیا تھا۔ یہ مقالہ کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ میں بی اے (آنرز) سال سوم اور ایم اے (سال اول) کے پہلے پرچے میں شامل ہے۔ یہ تحریر آج سے 36 سال پہلے کی ہے اس لئے اس میں عربی اور فارسی الفاظ نسبتاً زیادہ محسوس ہوتے ہیں لیکن اب تحریر میں سہلِ ممتنع کی حد تک سادگی آگئی ہے۔

چونکہ اصل کتاب میں مصنف ڈاکٹر تارا چند نے بعض باتیں غیر مؤرخانہ اور غیر محققانہ لکھی تھیں اس لئے ترجمہ کے ساتھ ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا جس میں کتاب کے محاسن کے ساتھ اغلاط کی بھی نشاندہی کی گئی، اور دلائل و شواہد کی روشنی میں اصل حقائق پیش کئے۔

بدیسی زبان میں محررہ اس کتاب کے ترجمہ میں فاضل مترجم نے تعاقب کرتے ہوئے متعدد بدیسی مؤرخین کی آراء کو پیش کیا ہے اور یوں حقائق کے رُخ سے تعصب کے حجاب اٹھائے ہیں۔ ان مؤرخین و محققین میں یہ حضرات شامل ہیں۔

جان ولیم ڈریپر	Jhon William Draper
☆ رابرٹ بریفالٹ	Robert Briffault
☆ پروفیسر فلپ کے ہتی	Prof. Philp k. Hitti
☆ سر ولیم میور	Sir. William Muir
☆ مارگولیوس	Margolioth
☆ جے ایم راڈویل	J.M. Rowd well
☆ ای ایچ پالمر	E.H.Palmer
☆ چارلس انڈیل	Charles Annandale
☆ جان اگلوی	Jhon Ogilvie

☆ پروفیسر ماسینون	Prof. Massignon
☆ ولیم گڈی	William Giddie
☆ ایف جے فاؤلر	F.J.Fowler
☆ سر ہملٹن گب	Sir Hamilton A.R.Gibb
☆ ڈاکٹر گستاؤلی بان	Dr. G. Le Bon
☆ مارماڈیوک پکتھال	Mohammad Maraduke Pickthal
☆ آرنلڈ	S.T.Arnold
☆ الفرڈ گیام	Alfred guillaume
☆ بی اسمتھ	Boswort Smith
☆ اسپنگلر	Spengler
☆ آئزک ٹیلر	Isaac Canon Taylor
☆ ایف اے ایچ ولیم	F.A.H.William
☆ ڈبلیو ایچ ٹی گارڈنر	W.H.T.Gairdner
☆ تھامس کارلائل	Thomas Carlyle
☆ اسٹینلے لین پول	Stonley Lane Poole
☆ ایس پی اسکاٹ	S.P.Scott
☆ ڈاکٹر گسٹوویل	Dr. gustov weil
☆ ڈاکٹر ڈبلیو سی ٹیلر	Dr. W.C.Taylor
☆ ڈاکٹر ہنس کریوز	Dr. Hans Kruse
☆ ٹی ڈبلیو آرنلڈ	T.W. Arnold
☆ ڈی، ڈی سینٹیلانا	D.D. Santillana

تیس مغربی مؤرخین و محققین اور قلمکاروں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کرنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے کس قدر احتیاط، عرق ریزی اور تحقیق سے کام لیا ہے، اور ان

کے نظریات کا انہی کے ہم خیالوں کی تحریروں سے رَدّ کیا ہے۔ تحقیق کے اس معیار نے اغیار کی نظر میں بھی ان کا وقار بلند کردیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پروفیسر صاحب تحقیق کے دوران بڑی چھان پھٹک سے کام لیتے ہیں۔

یہ مقدمہ جب مفتیٔ اعظم ہند شاہ محمّد مظہراللہ علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرا تو آپ نے خوب سراہا' اور پروفیسر ڈاکٹر وحید مرزا (صدر شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے ملاحظہ فرمایا تو مترجم کو مبارک باد دی۔

ڈاکٹر تارا چند نے اپنی کتاب میں اسلام اور شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو ناروا باتیں لکھی ہیں' ان میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے۔

○__ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مؤحد راہبوں سے تعلیم حاصل کی۔ (معاذ اللہ)' (تمدّنِ ہند پر اسلامی اثرات' مطبوعہ لاہور 1964ء ص 184) ملخصاً"

○__ وحی نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فریب اور لاعلمی و بے خبری کا پردہ چاک کردیا۔ (معاذ اللہ) (ایضاً" ص 185 ملخصاً")

○__ اسلامی تصوّف میں دوسرے مذاہب کے تصوّرات بھی شامل ہوگئے۔ایضاً" ص 376-375-237-235-230 ملخصاً")

○__ صوفیہ کے نزدیک خدا اور بندے کی عبادت ایک سی حیثیت رکھتی ہے۔ (نعوذ باللہ) ایضاً" ص 286)

○__ اسلامی تصوّف میں شاعری اور رقص و سرود جزوِ عبادت ہے) (معاذ اللہ) (ایضاً" ص 287-285 ملخصاً")

○__ ہندوؤں نے بعض اپنے ہی دیئے ہوئے تصوّرات مسلمانوں سے واپس لئے (ایضاً" ص 353 ملخصاً"

○__ مسلمانوں نے تہذیب سوزی کا کردار ادا کیا۔ (ایضاً" ص 630 ملخصاً")

○__ بعض مسلمان صوفیہ' اہلِ قلم اور شعراء ہندو معتقدات کی طرف مائل ہوگئے (ایضاً"۔ ص 419 ملخصاً")

○__ اسلام نے مخالفین پر شدّت' عدمِ رَواداری کا درس دیا اور جو رُواداری

عطا کی گئی وہ بامر مجبوری تھی۔ (ایضاً ص ۲۳۶، ۱۳۹۵ھ، ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر تارا چند نے اسلام پر جا بجا جو حرف گیری کی ہے سرسری مطالعہ میں عام قاری اسے محسوس نہیں کر پاتا لیکن اس مرد مجاہد نے ان حرف گیریوں کا بھرپور محاکمہ و تعاقب کر کے قاری کو ذہنی الجھن میں مبتلا ہونے سے بچا لیا ہے۔

احقر تہہ دل سے ان حضرات کا ممنون ہے جنہوں نے مقالہ کی عربی، فارسی اور انگریزی عبارات کا اردو میں ترجمہ کیا۔

انگریزی ترجمہ کے لئے جناب بی ایم بٹ صاحب آف اسسٹنٹ چیف ایڈیٹر واپڈا نیوز کو زحمت دی گئی اور عربی و فارسی عبارات کو معروف دینی سکالر علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب نے اردو کا پہناوا دیا۔

انگریزی، عربی، فارسی عبارات کے تراجم سے عوام الناس کے لئے مقالہ کی افادیت اور بڑھ گئی ۔ ۔ ۔ ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر مخلص و محسن جناب عبدالسلام قریشی نقشبندی صاحب، ساکن بلال گنج ساندہ لاہور کا ذکر خیر نہ کیا جائے جنہوں نے کتاب کی اشاعت کے لئے مالی تعاون کیا۔ فجزاہ کم اللہ احسن الجزاء مولیٰ تعالیٰ دیگر مخلصین طریقت کو ان کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

برادرم محترم محمد سعید ملک صاحب مجلہ آبادی کی مساعی لائق تحسین ہیں کہ ان کی شبانہ روز محنت سے ہی اس مقالہ کی اشاعت ممکن ہو سکی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اغیار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے۔ تاریخ نگاری کی آڑ میں چھپائے ہوئے شر سے حضرت مسعود ملت کی حکمت و دانش سے مستفیض فرمائے اللھم ربنا آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین

۲۳ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ
۳۰ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک

خاکپائے صاحبدلاں
محمد عبدالستار طاہر
معرفت
فاران پبلشنگ ہوم
A-III بجلی کالونی - واپڈا
لاہور کینٹ پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آئینۂ حقائق

اسلام میں ایسی کشش و جاذبیت ہے کہ غیر مسلم محققین و مورخین کو بھی اسلام سے دلچسپی رہی ہے۔ اس صدی میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن ان کی نگارشات کتنی ہی غیر جانبدارانہ کیوں نہ ہوں بین السطور میں کچھ نہ کچھ ضرور چھپا ہوتا ہے جس کو عام قاری محسوس نہیں کر سکتا مگر وہ چھپی ہوئی بات دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مشہور محقق و مؤرخ ڈاکٹر تارا چند نے عرصہ ہوا اپنی انگریزی کتاب میں ہندوستانی کلچر پر اسلامی اثرات کا جائزہ لیا تھا کتاب کا عنوان تھا۔

The Influence of Islam on Indian Culture

اس میں شک نہیں یہ کتاب بڑی محنت اور عرق ریزی سے لکھی گئی ہے۔ ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء کے درمیان جب راقم نے اس کا اردو ترجمہ کیا تو یہ بات محسوس کی کہ مصنف نے موضوع سے ہٹ کر بعض باتیں ایسی لکھ دی ہیں جو غیر مورخانہ و غیر محققانہ ہونے کے ساتھ ساتھ دور رس منفی نتائج کی حامل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے مناسب خیال کیا کہ اس ترجمہ پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا جائے جس میں اور باتوں کے ساتھ ساتھ دلائل و براہین کی روشنی میں ایسی غیر محققانہ باتوں کی بھی وضاحت کر دی جائے۔ پیش نظر مقالہ اسی مقدمہ کا ایک حصہ ہے جس میں نمبروار قابل اعتراض عبارات کا لب لباب پیش کیا جائے گا اور پھر دلائل و شواہد کی روشنی میں اس پر گفتگو کی جائے گی۔ ان عبارات کو موضوع کے اعتبار سے نو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اب ہم گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

۱

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موحد راہبوں سے تعلیم حاصل کی (معاذ اللہ)

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور ص ۱۸۳)

موحد راہبوں سے استفادے کا ذکر محض اہل یورپ۲ کی بے بنیاد روایتوں پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ بحیرہ راہب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا واقعہ غلط فہمی کی اصل بنیاد ہے۔ اس واقعے کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے اس طرح بیان فرمایا۔

"حضرت ابو طالب اور دیگر شیوخ قریش کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام میں تشریف لے گئے۔ قافلے نے جب وہاں پڑاؤ ڈالا تو ان کے پاس ایک راہب آیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر کئی دفعہ ادھر سے قافلے گزرے ہیں لیکن راہب نے توجہ تک نہ کی۔ راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر کہا۔ "یہ سید العالمین ہیں، رب العالمین کے رسول ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کو حق تعالیٰ نے رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے"۔

شیوخ قریش نے راہب سے پوچھا کہ آخر یہ بات تم کو معلوم کیسے ہوئی؟ راہب نے جواب دیا کہ جب تم عقبہ سے گزر رہے تھے تو میں نے دیکھا تھا کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جس کے پاس سے یہ گزرے ہوں اور اس نے سجدہ نہ کیا ہو اور یہ بات نبی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے علاوہ ان کی پشت پر دونوں شانوں کے درمیان سیب جیسی "مہر نبوت" ہے (یہ

۱۔ ڈاکٹر تارا چند: تمدن ہند پر اسلامی اثرات، ص ۱۸۳

۲۔ D.B Macdonald: Development of Muslim Theology, jurisprudence and Constitutional Theory, p.125

بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نبی ہیں)۳

اس واقعے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال تھی۔ اس عمر میں اور پھر ایک وقتی ملاقات میں مذہب کے اسرار و رموز کا سیکھنا عجیب سی بات ہے جسے عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی۔ سر ولیم میور (William Muir)، ڈریپر (Draper) اور مارگو لیوس (Margolioth) وغیرہ بحیرہ راہب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ملاقات کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب طبیعت کسی سچی بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی تو پھر مختلف بہانے تراشتی ہے۔

شبلی نعمانی نے بڑی دل لگتی بات کہی ہے۔

"اگر شارع اسلام بالفرض ان عیسائی اساتذہ کا تعلیم یافتہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ توحید کا وہ ولولہ اور تثلیث سے نفرت کا وہ جوش اس کے سینے میں پیدا ہو سکتا جو قرآن کے ہر صفحے میں نظر آتا ہے"۴

دنیا سے جو کچھ آپ نے سیکھا وہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھا جس کا صحیح نقشہ تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) نے کھینچا ہے، وہ کہتا ہے:

Life in the desert
with its experiences, was all his education.۵

"صحرائی تجربات کے ساتھ زندگی، بس یہی آپ کی ساری تعلیم تھی"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نہ تو ماحول سے تاثر کا نتیجہ ہیں اور نہ علمائے یہود و نصاریٰ کے اسباق اور خیالات و افکار پر مبنی ہیں۔ اللہ کی یہ سنت دیرینہ رہی ہے کہ وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخبہ نفوس قدسیہ کو اپنے پیام قدسی سے نوازتا رہتا ہے جس کو شرعی اصلاح میں "وحی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا پہلا تجربہ غار حرا میں ہوا۔ بخاری

۳- علامہ جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۸۵
۴- شبلی نعمانی: سیرۃ النبی، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۰۴ھ، ج ۱، ص ۱۷۶
۵- Thomas Carlyle : On Heroes, Heroworship etc. London 1921.p.70

شریف میں آتا ہے۔ فجاء الحق (پھر حق آیا) اس کے بعد آتا ہے۔ "فجاء الملک" (پھر فرشتہ آیا) اور پہلا سبق پڑھایا گیا:

اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقراء وربک الاکرام الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم۶

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا"۔ (کنز الایمان)

علم و عرفان کے اس سرچشمے سے درس دیا جارہا ہے' جہاں سے انسانیت کو آب حیات ملتا ہے۔ اقبال نے عقول انسانی کی بے بسی اور وحی الٰہی کی حکمت و عظمت کو خوب بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل بے مایہ امامت کی سزا وار نہیں
راہ بر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

پھر فرماتے ہیں:

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

عیسائی راہبوں کے پاس اسرار حیات کی کلید کہاں تھی؟ وہ بے چارے تو خود پا بہ گل تھے۔ جو خود گرفتار ہو وہ دوسروں کو کیا آزادی کا درس دے گا؟

۶۔ مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم' مطبوعہ دہلی' ۱۳۴۸ھ۔ ص ۷۶

۲

وحی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غوب ولاعلمی کا پردہ چاک کر دیا (معاذ اللہ)

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات' لاہور' ص ۱۸۵ ملخصاً")

"غوب" اور "لاعلمی" نبی کی ذات سے مستعبد ہے۔ جس ذات قدسی صفات نے ماحول سے بے نیاز ہو کر حق سے رابطہ قائم رکھا' نہ بت پرستی کی طرف مائل ہوئی اور نہ مشرکانہ رسوم اختیار کیں' وہ ذات "غوب خوردہ" کیسے ہو سکتی ہے۔ البتہ تلاش حق میں اضطراب و بے چینی ضروری تھی' اس کو غوب سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن پاک میں سورہ ضحیٰ میں ایک آیت ہے جس کے معنی ہیں

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"۔

ووجدک ضالافھدی

آیت میں لفظ "ضالا" سے غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے معنی مترجمین کرام نے "بھٹکا ہوا" اور "بے خبر" اور "بھولا ہوا" کیا ہے اور انگریزی مترجمین نے اس کے معنی "سرگرداں" اور "غلط کار" کیے ہیں: چنانچہ جے۔ ایم۔ راڈویل (J.M.Rowdwell)۷ اور ای۔ ایچ۔ پامر (E.H.Palmer)۸ نے "ضالا" کے معنی "غلط کار" (erring) کیے ہیں۔ ایم۔ ایم۔ پکتھال (M.M.Pickthal)۹ اور عبداللہ یوسف علی ۱۰ نے "سرگرداں" (Wandering) کیے ہیں۔ شاہ عبدالقادر (م۔ ۱۲۴۳ھ)۱۱ نے ضالا کے معنی "بھٹکتا" اور شاہ رفیع الدین (م ۱۲۴۹ھ)۱۲ نے "بھولا ہوا" کیے ہیں۔ مولوی محمود حسن ۱۳ اور مولوی نذیر احمد دہلوی ۱۴ نے اول الذکر ترجمے کو ترجیح دی ہے۔

۷۔ J,M Rowdwell: The Koran , English Translation, London, 1953, p 26

۸۔ E.H Palmer: The Koran, Ensligh Translation 1954 p,529

۹۔ M. M. Pickthal: The Meaning of the Glorious Koran, New York, 1954. p,443

۱۰۔ Abdullah Yusuf Ali : The Holy Quraan, English Translation, 1937, p.1752

۱۱۔ شاہ عبدالقادر: ترجمہ قرآن' مطبوعہ لاہور ص ۱۰۰

۱۲۔ شاہ رفیع الدین: ترجمہ قرآن' مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء' ص ۶۶۵

۱۳۔ مولوی محمود حسن: ترجمہ قرآن' مطبوعہ بجنور' ۱۹۵۰ء' ص ۷۷۸

۱۴۔ مولوی نذیر احمد: ترجمہ قرآن' مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ' ص ۱۰۹۹

مولوی اشرف علی نے "ضالا" کے معنی "بے خبر" کیے ہیں۱۵ لفظ "ضالا" کے مذکورہ بالا ترجمے خود قرآن عظیم کی روشنی میں صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ چنانچہ سورۂ نجم کی اس آیت سے ہمارے خیال کی تصدیق ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"ما ضل صاحبکم وما غوی"۱۶

ترجمہ۔ "تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے"

اس لئے ہمارے نزدیک مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی۱۷ کا ترجمہ زیادہ وقیع اور صحیح ہے جنہوں نے "ضالا" کے معنی "خود رفتہ" کیے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے، قوم کے مشرکانہ اطوار اور بے ہودہ رسم و رواج سے سخت بیزار تھے، اور آپ کے دل میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ شدت کے ساتھ موجزن تھا، عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں تیزی سے بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا، اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ، مفصل ضابطہ اور دستور العمل بظاہر دکھائی نہیں دیتا تھا، جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اس جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار غاروں اور پہاڑوں میں جاکر رب کو یاد کیا کرتے تھے اور محبوب حقیقی کو پکارتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غیب کے اسرار آپ پر کھول دیے۔ علوم کان و مایکون عطاء کیے اور اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔

۱۵۔ مولوی اشرف علی: ترجمہ قرآن مطبوعہ لاہور، ص ۵۴۵

۱۶۔ سورۂ نجم، آیت ۱

۱۷۔ (الف) مولانا احمد رضا خاں: کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، سورۂ ضحیٰ، آیت ۷

(ب) مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی: ترجمہ قرآن، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۲ء سورۂ ضحیٰ، آیت ۷

۳

اسلامی تصوف میں دوسرے مذاہب کے تصورات بھی شامل ہو گئے

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات' لاہور ص ۲۲، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۵، ۲۷۶، ۲۷۷ (ملخصاً)

اساسی غلطی یہ ہے کہ مصنف نے تصوف کو شریعت اسلامیہ سے علیحدہ تصور کر کے ہندو مت اور عیسائی رہبانیت کا خوشہ چین تصور کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے تصوف کے لئے لفظ Mysticism استعمال کیا ہے۔ جو حقیقت تصوف کا آئینہ دار نہیں کیونکہ اس کے معنی میں عمومیت ہے۔ یہ لفظ دوسری زبانوں میں بھی تھوڑی سی ہجائی تبدیلی کے ساتھ ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً فرانسیسی میں "Mysticisme"[۱۸] اور "Mysticismus" ہے۔ لاطینی میں بھی "Mystic" کو "Mysticos"[۱۹] کہتے ہیں۔ چارلس انندیل (Charles Annandale) نے اس لفظ کے معنی یہ لکھے ہیں:

> Views or tendencies in religion which aspire towards a communication between man and his Maker through the inward perception of than mind, more direct that which afforded us through revelation[۲۰]

یعنی

> "مذہب میں وہ نظریات و رجحانات جو ذہن کے داخلی ادارک کے ذریعہ انسان اور اس کے خالق میں باطنی تعلق اور رابطہ کے لئے ترقی پاتے ہیں اور جو ان خیالات و نظریات سے زیادہ واضح ہوتے ہیں جو الہام کے ذریعہ

۱۸۔ Jhon Ogilive: English Dictionary London, 1907, p. 471

۱۹۔ William Dwight Whitney" German and English Dictionary, 1889, p. 198.

۲۰۔ Charles Annandale : The concise Dictionary, 1914, p. 448

وارد ہوتے ہیں"۔
جان اگلوی (Jhon Ogilvie)۲۱ نے بھی قوب قوب یہی معنی لکھے ہیں۔ ولیم گڈی (Willam Geddie) نے اس طرح تشریح کی ہے۔

The habit or tendency of religious thought and feeling of those who seek direct communion with God.۲۲

یعنی

"مذہبی فکر کی خاص روش یا رجحان اور ان لوگوں کا وجدانی یقین جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق اور رابطہ کے متلاشی ہیں"۔

ایف' جے' فاؤلر (F.J.Fowler) نے لکھا ہے:

Seeking absorption into God or the Infinite۲۳

یعنی

"ذات باری یا وجود لامتناہی میں فنا کی جستجو"

تصوف کا مفہوم "Mysticism" سے مختلف ہے' صوفی اور Mystic میں فرق ہے۔ اول الذکر کے سامنے ایک لائحہ عمل ہے' ایک کھلا راستہ ہے' ایک واضح شریعت ہے۔ ثانی الذکر گم کردہ راہ ہے مگر راہ کا متلاشی ہے۔ حقیقت تصوف سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے پروفیسر نکلسن (Nicholson)۲۴ اور پروفیسر میکڈانلڈ (Macdonald)۲۵ کو اس میں

۲۱۔ Jhon Ogilivie: English Dictionary, 1907. p.471

۲۲ William Geddie: Chambers Twentieth Century Dictionary, London, 1954, p. 708

۲۳۔ F.J. Fowler and H.W. Fowler : Oxford Dictionary, London, 1952. p. 518

۲۴۔ R.A Nicholson: Mystieism-- Thelogy of Islam, London, 1952. p. 213

۲۵۔ D.B.Macdonald:Development of Muslim Thelogy, Jurisprudence and Constittutional theory, p. 130

عیسائی رہبانیت اور یونانی باطنیت نظر آرہی ہے' باوجودیکہ ان کو یہ تسلیم ہے کہ اس کا مبداء اولین قرآن پاک ہے۔ پروفیسر ماسینون (Massignon) نے تصوف کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

Derived from the Quran and the practice of the Prophet.٢٦

یعنی

"قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے گئے"

اور خود مصنف ڈاکٹر تارا چند کو بھی یہ تسلیم ہے مگر نہ معلوم کیوں موصوف نے تصوف کو بدھ مت' ہندو مت اور عیسائیت سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگر بعض ناعاقبت اندیش صوفیہ نے غیر اسلامی باتیں تصوف میں شامل کر لیں تو اس کو حقیقت تصوف سے دور کا بھی واسطہ نہیں' اس کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔ خالص تصوف جو اسلامی تصوف ہے' اس کی نشو نما قرآن و حدیث کی آغوش میں ہوئی ہے۔

ہم تصوف کی ماہیت کا اجمالی جائزہ اس طرح لے سکتے ہیں۔ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔

☆ خارجی اور

☆ داخلی

اسلامی نقطہ نظر سے خارجی پہلو کو شریعت کہتے ہیں اور داخلی پہلو کو طریقت٢٧ (اور یہ کوئی شریعت سے علیحدہ چیز نہیں بلکہ شریعت کو برتاؤ میں لانے کا نام طریقت ہے) پھر شریعت کو دو شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے' عبادات و معاملات۔

☆ عبادات اساسی معتقدات اور خالق و مخلوق کے درمیان رابطے سے عبارت ہیں۔

٢٦۔ Sir Hamilton A.R. Gibb : Mohammed ansim, New York. 1955, p. 100.

٢٧۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی: مکتوبات شریف مطبوعہ امرتسر ١٣٣٨ھ ج ١' ص ٩٧

☆ اور معاملات انسان کے باہمی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی روابط سے عبارت ہیں۔

طریقت تزکیہ نفس سے عبارت ہے۔ یہ انسان کی روحانی سعادت و نجات کو اس کے پیش نظر رکھتی ہے۔ قرآن حکیم نے انبیائے کرام کی بعثت کا خاص مقصد "تزکیہ نفس" ۲۸ اور شفائے صدور ۲۹ قرار دیا ہے۔

شریعت و طریقت کے علاوہ "حقیقت" بھی ہے۔ یہ کوئی علم نہیں، کشف ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ طریقت سے جو نور حاصل ہوتا ہے اور اس کی روشنی میں جو کچھ نظر آتا، محسوس ہوتا یا ادراک کیا جاتا ہے، وہ "حقیقت" ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

"تصوف"، شریعت، طریقت اور حقیقت کے مجموعے کا نام ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ "تصوف" کو عیسائیت، نوافلاطونیت، ہندومت، زرتشتیت، مجوسیت وغیرہ کسی سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) نے اس حقیقت کو یوں واضح فرمادیا ہے:

طریقت و شریعت عین یک دگراند، سرموئے از مخالفت درمیان ایشاں واقع نیست ---- ہرچہ مخالف شریعت است مردود است ۳۰

(ترجمہ) شریعت اور طریقت دونوں ایک ہی ہیں، سرمو بھی ان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا، اور جو چیز خلاف شریعت ہے، وہ غلط ہے۔

"تصوف" کو شریعت سے علیحدہ تصور کرتے ہوئے فاضل مولف نے ذکر، اخلاص، توکل، فقر، رضا، فنا، مراقبہ وغیرہ کو عیسائیت اور ہندومت کے اثرات کا نتیجہ بتایا ہے، حالانکہ ان کا مدار قرآن و حدیث پر ہے۔ مثلاً "ذکر" کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا" کثیرا" ۳۱

۲۸۔ قرآن حمید: پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ، رکوع ۱، آیت ۱
۲۹۔ قرآن حمید: پارہ ۱۱ سورۃ یونس، رکوع ۵، آیت ۲۷
۳۰۔ حضرت مجدد الف ثانی: "مکتوبات شریف" مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۸ھ ج ۱، ص ۹۷
۳۱۔ قرآن حمید: پارہ ۲۲، سورۃ احزاب، رکوع ۶ آیت

(ترجمہ) مسلمانو! کثرت سے اللہ کو یاد کرو

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لاتقوم الساعۃ لا یقال فی الارض اللہ اللہ" ۳۲

(ترجمہ) اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، جب تک ایک شخص بھی زمین میں ذکر خدا کرنے والا رہے گا۔

"اخلاص" کے متعلق قرآن میں آتا ہے۔

الا للہ الدین الخالص ۳۳

(ترجمہ) خالص فرماں برادری خدا ہی کے لئے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ثلاث لا یغل علیھن قلب مسلم، اخلاص العمل للہ تعالیٰ، و مناصحۃ ولاۃ الامر، ولزوم جماعۃ المسلمین ۳۴

(ترجمہ) تین باتیں ایسی ہیں جو مسلمان کے دل کو زنگ آلود نہیں کر سکتیں۔

☆ عمل خالص ---- جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے۔

☆ امراء کو عمدہ نصیحت کرنا۔

☆ مسلمانوں کی جماعت سے منسلک رہنا۔

توکل کے متعلق قرآن پاک میں ہے:

(۱) ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ ۳۵

(ترجمہ) جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اس کو کافی ہے۔

(۲) "وعلی اللہ فلیتوکل المومنون"۔ ۳۶

اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔

۳۲۔ ابی القاسم عبدالکریم القشیری: الرسالۃ القشیریہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۹ھ ر ۱۹۴۰ء، ص ۱۱۰

۳۳۔ قرآن حمید: پارہ ۲۳ سورۃ زمر، رکوع ۱

۳۴۔ ابی القاسم عبدالکریم القشیری: الرسالۃ القشیریہ، مطبوعہ مصر، ص ۱۰۴

۳۵۔ قرآن حمید: پارہ ۲۸، سورۃ طلاق، رکوع ۱، آیت ۳

۳۶۔ قرآن حمید: پارہ ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۲ آیت ۱۱

(۳) وعلی اللہ فتو کلوا ان کنتم مومنین۔[۳۷]

(ترجمہ) اور اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔

"فقر" کے متعلق قرآن حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

"للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا" فی الارض۔"[۳۸]

(ترجمہ) خیرات تو ان حاجت مندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر بیٹھے ہیں، ملک میں کسی طرف کو جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے۔

اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(۱) "یدخل الفقراء الجنتہ قبل الانبیاء بخمسمائتہ علم"[۳۹]

(ترجمہ) "فقراء انبیاء کرام علیھم السلام سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے"۔

(۲) "الفقر فخری و الفقر منی"۔

(ترجمہ) فقر میرے لئے موجب فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

"رضا" کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے:

(۱) "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔"[۴۰]

(ترجمہ) خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔

(۲) ولسوف یعطیک ربک فترضی[۴۱]

(ترجمہ) تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(۳) یاایتھا النفس المطمئنتہ ؁ ارجعی الی ربک راضیتہ مرضیتہ[۴۲]

(ترجمہ): اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔

"فنا" اور "بقا" کے متعلق قرآن حکیم میں آتا ہے۔

۳۷۔ قرآن حمید: پارہ ۶ سورۃ مائدہ، رکوع ۳، آیت نمبر ۲۳

۳۸۔ قرآن حمید: پارہ ۳، سورۃ بقرہ، رکوع ۷، ۳، آیت نمبر

۳۹۔ عبدالکریم: الرسالہ القشیریہ، صفحہ ۱۳۴

۴۰۔ قرآن حمید: پارہ ۳۰، آیت نمبر ۸ سورۃ بینہ

۴۱۔ قرآن حمید: پارہ ۳۰، سورۃ ضحیٰ، رکوع ۱۸، آیت نمبر ۵

۴۲۔ قرآن حمید: پارہ ۳۰، سورۃ فجر، رکوع ۱۴، آیت نمبر ۲۷، ۲۸

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۴۳

(ترجمہ) جتنی مخلوقات روئے زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والی ہے' اور صرف تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی۔

"مراقبے" سے مراد "دھیان جمانا ہے" ----- اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

و کان اللہ علی کلی شئی رقیبا ۴۴

(ترجمہ) اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۴۵

(ترجمہ): خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے"۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ذکر' اخلاص' توکل' فقر' رضا' فنا' بقاء' مراقبے وغیرہ کا تعلق قرآن کریم اور حدیث کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۴۶' ہندو مت اور بدھ مت وغیرہ سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۴۳۔ ۱۔ قرآن حمید: پارہ ۲۷' سورۃ رحمٰن' رکوع ۱۲' آیت نمبر ۲۶' ۲۷

۴۴۔ ۲۔ قرآن حمید: پارہ ۲۲' سورۃ احزاب' رکوع ۶

۴۵۔ ۳۔ (الف) عبدالکریم "الرسالۃ القشیریہ" ص ۹۵

(ب) شیخ علی ہجویری: کشف المحجوب' ص ۵۸

۴۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: "کتاب المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل' مطبوعہ دہلی' ۱۲۹۷ھ

۔ ص ۱۰۲

(۴)

صوفیہ کے نزدیک خدا اور بندے کی عبادت ایک سی حیثیت رکھتی ہے (نعوذ باللہ)

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات' لاہور ص ۲۸۲ (ملخصاً")

مصنف نے شریعت و طریقت کو علیحدہ سمجھتے ہوئے یہ اظہار خیال کیا ہے' حالانکہ تصوف کا کوئی عمل دائرہ شریعت سے باہر نہیں' کیونکہ بہ قول حضرت مجدد الف ثانی "طریقت و حقیقت خادمان شریعت اند" تصوف میں شیخ کی اطاعت بہ حیثیت خالق نہیں بلکہ بہ حیثیت محبوب خالق ہے' جس طرح قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ سے محبت کی دلیل بتاتا ہے اسی طرح شیخ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول سے کمال محبت کی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے اللہ کی محبت کی طلب کے ساتھ ساتھ اللہ والوں کی محبت کی بھی طلب کی ہے اور ان اعمال سے لگاؤ کی چاہت کی ہے جو اللہ کی نظر میں پسندیدہ و محبوب ہیں' چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اللهم انی اسئالک حبک و حب من یحبک و حب عمل یقربنی الیک"

(ترجمہ) "یا اللہ ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا' جس سے تجھے محبت ہے اور ایسے عمل کا جو تجھے محبوب ہے"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فقراء اول خود عین مقصود است و ماناکہ مراد محبت ذاتی است کہ مطلق است از قیود صفات و افعال و انجذاب خاص است باحدیت ذات' والا محبت منعم طبیعی ست حاجت بہ طلب و سوال چیست؟ و فقراء ثانی اشارت ست باقرب طرق تحصیل آں مطلوب' چہ محبت مردان خدائے کہ بہ کلیت از خود تہی شدہ واز قید ہستی بر آمدہ و بحق باقی گشتہ اند و ظاہر و باطن ایشاں بہ نور الہی پر شدہ و مشکوہ مصابیح ذات گشتہ یا عین محبت اوست یا

مستلزم آں ۴۷

(ترجمہ):

نقرہ اول خود عین مقصود ہے اور یقیناً اس سے محبت ذاتی مراد ہے' جو صفات و افعال کی قیود سے آزاد ہے اور احدیت ذات سے انجذاب خاص ہے' ورنہ منعم کی محبت تو طبیعی چیز ہے' طلب و سوال کی کیا حاجت؟

نقرہ ثانی اس مطلوب کے حاصل کرنے کے قریب ترین راستے کی طرف اشارہ کرتا ہے' اس لئے کہ اہل اللہ کی محبت یا عین خدا کی محبت ہے یا اس کی مستلزم' چونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود سے خالی ہو کر قید ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں اور ذات الٰہی سے وابستہ ہو کر باقی ہو گئے ہیں جن کا ظاہر و باطن اللہ کے نور سے معمور ہو گیا ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اساس تین امور پر ہے۔

☆ توجہ و مراقبہ

☆ رابطہ

☆ اور ذکر

غالباً" فاضل مولف کو "رابطہ" کے طریقہ کار سے غلط فہمی ہو گئی ہے' "رابطہ" کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

دوم طریقہ رابطہ' و آں توجہ بہ صورت پیراست کہ فنافی اللہ و باقی باللہ شدہ' چنانچہ غیبت و بے خودی روئے نماید و صورت آں برزخ دانا کہ جہت اسفل اوست از نظر ساقط گردد و در بحر شہود ذات و حضور حق کہ جانب علوی اوست بیفگند ۴۸

ترجمہ: دوسرا' رابطے کا طریقہ ہے وہ اس طرح کہ پیرو مرشد کا تصور قائم کرے تاکہ فنا کے مرتبہ پر فائز ہو کر بقاء باللہ کا درجہ حاصل کرے' اس

۴۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: "مکتاب المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل" مطبوعہ دہلی' ص ۱۰۲-۱۰۳

۴۸۔ ایضاً" ــــــــ ص ۱۰۳

طرح کہ اپنے آپ کو بالکل پوشیدہ رکھے اور کلی طور پر خود نمائی سے پرہیز کرے اور ان کی صورت کو محض وسیلہ سمجھے کہ یہ نیچی جہت ہے جو نگاہوں سے گرانے والی ہے" اور ذات شہود کے سمندر اور حق کی حضوری کی جہت بلندی کی طرف پہنچاتی ہے"۔

مذکورہ بالا حدیث پاک میں توجہ و مراقبہ، رابطہ اور ذکر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"دریں حدیث اشارتے بزیں سہ طریق می تواں یافت

☆ "اسالک" حبک" اشارت بہ طریق اول است کہ طریق "توجہ مراقبہ" است

☆ "وحب من یحبک" بہ طریق "رابطہ"

☆ "وحب عمل یقربنی الیک" بہ طریق "ذکر"[۲۹]

ترجمہ اس حدیث میں ان تین طریقوں کی طرف اشارہ پایا جاسکتا ہے۔

☆ "اسالک حبک" (تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں) یہاں طریق اول یعنی توجہ و مراقبہ کی طرف اشارہ ہے اور

☆ "حب من یحبک" (اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ کو پیارا ہے) یہاں طریق رابطہ کی طرف اشارہ ہے اور

☆ "حب عمل یقربنی الیک" (اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے قرب نزدیک دے) یہاں طریق ذکر کی طرف اشارہ ہے۔

(۵)

اسلامی تصوف میں شاعری اور رقص و سرور جزو عبادت ہے (نعوذ باللہ)

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور ص ۲۸۵، ۲۸۷ (ملخصاً)

اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ "تصوف" کا مدار شریعت پر ہے۔ شریعت محمدیہ میں رقص و سرود اور سماع (بامزامیر) جائز نہیں اکثر صوفیہ نے اس کو مباح قرار نہیں دیا اور خلاف شرع سمجھا۔

[۲۹] ایضاً ۔۔۔۔۔ ص ۲۳

اور یہ قول حضرت مجدد الف ثانی "ہرچہ مخالف شریعت است، مردود است"

ترجمہ: جو چیز خلاف شریعت ہے وہ غلط ہے۔

"سماع" کے لغوی معنی تو "سننے" کے ہیں مگر اصطلاح تصوف میں اس کے معنی "قوال کا اپنی فطری آواز سے موزوں اشعار پڑھنا ہیں"۔ ۵۰ اس میں مزامیر شامل نہیں۔ بعد میں صوفیہ نے مزامیر کو شامل کر لیا اور اس طرح لذت نفس کا سامان مہیا کیا۔ علامہ اقبال نے رقص و سرود کے عدم جواز کی حکمت بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ اسلامی عبادت کا تعلق روحانیت سے ہے اس لئے جذباتیت سے بچنے کے لئے رقص و سرود کو مباح نہیں کیا گیا۔ ۵۱

شیخ مخدوم علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۴۶۵ھ) محض "سماع" سے لطف اندوز ہونے والوں کو "اہل سعادت" میں شمار کرتے ہیں اور "سماع بامزامیر" سے لذت اندوز ہونے والوں کو "اہل شقاوت" میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"آناں کہ صوت داؤد شنیدند بدو گروہ شدند، یکے آں کہ اہل شقاوت بودند و دیگر اہل سعادت۔ آں گروہ بہ مزامیر ابلیس مائل شدند گروہ ۵۲

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز کو سنا، وہ دو گروہ ہو گئے ان میں سے ایک اہل شقاوت (بدبخت) اور دوسرا اہل سعادت (خوش بخت) ہوا وہ پہلا گروہ ابلیسی مزامیر کی طرف مائل ہو گیا"۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

"لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر و الحریر والخمر و المعازف ۵۳

۵۰۔ فخرالدین رازی: "کشف القناع من اصول السماع" بہ حوالہ احکام شریعت" از مفتی شاہ احمد خان بریلوی مطبوعہ بریلی، ج ۱ ص ۲۷

۵۱۔ Dr. Mohammad Iqbal: The Reconstruction of Religious thought in Islam. p.20

۵۲۔ مخدوم علی ہجویری "کشف المحجوب" مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۲ھ، ۱۹۲۳ء، ص ۲۵۶

۵۳۔ صحیح البخاری بہ حوالہ احکام شریعت" از مفتی احمد رضا خان مطبوعہ بریلی، ج ۱ ص ۳۶

(ترجمہ) میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہونگے جو اپنے لئے زنا، ریشمی کپڑے، شراب اور آلات موسیقی حلال کرلیں گے۔

فاضل مولف نے لکھا ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں رقص و سرود اور سماع کو ذکر کا لازمی عنصر سمجھا جاتا ہے۔ فی زمانا ھذا تو یہی حال ہے مگر اکابرین چشتیہ سراسر اس کے خلاف تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) کے حال میں لکھا ہے۔

یکے از حاضران گفت کہ ہم دریں روزھا بعض از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند۔ فرمود "نیکو نہ کردہ از، آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است" بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند، کہ "شما چہ کرید؟ دراں جمع مزامیر بود، سماع چگونہ بشنیدید و رقص کردید؟" ایشاں جواب دادند کہ "ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم ایں جامزامیر است یا نہ۔" خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر چوں آں سخن بشنید فرمود "ایں جواب ہم چیزے نیست، ایں سخن درہمہ معصیتہا باید نوشت"[۵۳]

(ترجمہ) سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیا) کی خدمت میں حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ آستانہ عالیہ کے چند درویشوں نے ایک ایسے مجمع میں رقص کیا جہاں چنگ و رباب اور دیگر ساز بھی تھے۔ آپ نے فرمایا "انہوں نے اچھا نہیں کیا، جو چیز نا مشروع ہے، ناپسندیدہ ہے"۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ جب یہ گروہ اس مجمع سے باہر آیا (اور خواجہ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا) تو آپ نے فرمایا "تم نے کیا کیا کہ ایسے مجمع میں سماع سنا جہاں مزامیر تھے اور رقص بھی کیا؟" انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع سننے میں اتنے مستغرق ہوگئے تھے کہ یہ علم نہ ہوا کہ وہاں مزامیر بھی ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا "اس جواب کی کوئی حقیقت نہیں، اس کا

۵۳۔ امیر حسن علاء سنجری: فوائد الفواد، مطبوعہ نول کشور، ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص ۲۲۷

بھی گناہوں میں شمار ہو گا۔"

یہ ہیں مزامیر اور آلات موسیقی کے بارے میں سلسلہ چشتیہ کے شیخ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے نظریات۔ آپ کے خلیفہ مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی (۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں کہ آپ ایک محفل میں تشریف لے گئے جب وہاں مزامیر دیکھے تو اٹھ کر چلے آئے۔

جب لوگوں نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

"خوب کرد و حق بہ جانب اوست" ۵۵

یعنی "بہت اچھا کیا اور حق کی طرف مائل ہوا"۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مریدین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"و منتسبان سلسلہ مخدوم شیخ نصیر الدین محمود قدس اللہ تعالیٰ سرہ غایت باجتناب و احتراز از شنیدن مزامیر دارند و ایشاں می گویند کہ شیخ فرمودند کہ ہر کہ سماع مزامیر کند از عقد بیعت و مریدی ما بر آید" ۵۶

ترجمہ "مخدوم شیخ نصیر الدین کے سلسلے میں جو لوگ منسلک ہیں، مزامیر کے سننے سے بے حد اجتناب کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ جو مزامیر کے ساتھ سماع کرے گا، ہماری عقد بیعت سے باہر چلا جائے گا اور مریدی سے نکل جائے گا"۔

خود حضرت نظام الدین اولیاء کے زمانے میں لوگوں نے سماع مزامیر کو سلسلہ چشتیہ سے منسوب کرنا شروع کر دیا تھا۔

چنانچہ یہ دیکھتے ہوئے آپ نے اپنے خلیفہ مولانا فخر الدین زرادی رحمتہ اللہ علیہ سے "سماع" پر ایک رسالہ لکھوایا اور اس میں یہ صراحت کرا دی۔

۵۵۔ عبدالحق محدث دہلوی: کتاب المکاتیب و الرسائل الی ارباب الکمال و الفضائل، مطبوعہ دہلی، ۱۲۹۰ھ ص ۲۳۹ ــــ ایضاً

۵۶۔ ایضاً ــــ ص ۳۹

"ہمارے شیوخ رضی اللہ عنہم سماع مزامیر کی تہمت سے بری ہیں' ہمارے نزدیک قوال کا اپنی فطری آواز کے ساتھ اشعار موزوں پڑھنا "سماع" ہے۔۵۷

پھر اس قسم کے سماع کے لئے بھی شرائط ہیں' چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے متعلق خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز می فرمود کہ چند ایں چیز باید تا سماع مباح شود مسمع' و مستمع' و مسموع' و آلہ سماع' مسمع یعنی گوئندہ' مردم تمام باشد' کودک' نباشد و عورت نباشد' مستمع آں کہ می شنود از یاد حق خالی نباشد' و مسموع آں چہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر است' چوں چنگ و رباب و مثل آں۔ می باید کہ درمیاں نباشد۔ ایں چنیں سماع حلال است"۔۵۸

(ترجمہ) حضرت سلطان المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ جب یہ چیزیں مباح ہوں تو سماع جائز ہے' یعنی مسمع' مستمع' مسموع اور آلہ سماع'

☆ مسمع یعنی گانے والا پورا مرد ہو' لڑکا یا عورت نہ ہو۔

☆ مستمع یعنی جو سنتا ہے' یہ خدا کی یاد سے خالی نہ ہو۔

☆ مسموع یعنی جو کچھ گایا جارہا ہے وہ فحش و مسخرگی نہ ہو۔

☆ اور آلہ سماع مزامیر ہیں۔ چنگ و رباب اور اس قسم کی دوسری چیزیں درمیان میں نہ ہوں' اس قسم کا سماع حلال ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے تقریباً" ڈھائی سو برس پہلے مخدوم علی ہجویری (۴۶۵ھ) نے رقص کے متعلق فرمایا تھا۔

"بداں کہ اندر شریعت مر رقص را ہیچ اصل نیست' از آں چہ آں لہوے

۵۷۔ فخر الدین زرادی: کشف القناع من اصول السماع' بہ حوالہ احکام شریعت' از مفتی شاہ احمد رضا خاں مطبوعہ بریلی' ج ا' ص ۲۷

۵۸۔ سیر الاولیاء' بہ حوالہ احکام شریعت' از شاہ احمد خاں جلد ا' ص ۲۸

بود باتفاق ہمہ عقلاء چوں بجد باشد، ولغوے چوں بہزل بود، ہیچ کس از مشائخ آں رانہ ستودہ است واندر آں غلو نہ کردہ و ہر اثر کہ اہل حشو اندر آں بیارند آں ہمہ باطل بود"۔۵۹

(ترجمہ) معلوم ہونا چاہئے کہ شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چوں کہ تمام عقلا کے نزدیک اگر یہ کوشش سے کیا جائے تو لہو ہے اور اگر مزاقا" کیا جائے تو لغو ہے، مشائخ میں سے کسی نے بھی اس کی تعریف نہیں کی اور نہ اس میں غلو سے کام لیا ہے۔ اور اہل حشو اس میں جو اثر پاتے ہیں وہ محض باطل ہے۔

سماع (بغیر مزامیر) کے اندر حزم واحتیاط کے بارے میں یہ ہدایت فرماتے ہیں۔

"و باید تا چوں سمع کنی پیرے آں جا حاضر بود، وجائے از عوام خالی باشد و قوال بحرمت و دل از اشغال خالی، وطبع از لو نفورو تکلف از میاں برداشتہ"۔۶۰

(ترجمہ) اور جب سماع سنا جائے تو مرشد وہاں حاضر ہونا چاہئے، اور عوام سے جگہ خالی ہو۔ قوال کے دل میں حرمت و یکسوئی ہو، اس کی طبیعت لہو سے گریزاں اور تکلف سے بے نیاز ہو۔

پھر اس محتاط سماع کا حال بھی یہ ہے کہ اگر سننے والے کا دل مولیٰ تعالیٰ کی طرف مائل ہے تو تقرب حاصل ہو سکتا ہے ورنہ زندقہ و فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"السماع واردالحق تزعج القلوب الی الحق، فمن اصغی الیہ بحق تحقق و من اصغی الیہ بنفس تذندق"۔۶۱

(ترجمہ) سماع وارد حق ہے، دلوں کو حق کی طرف مائل کرتا ہے، پس جو

۵۹۔ مخدوم علی ہجویری: کشف المحجوب، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۲ھ۔ ص ۳۶۵

۶۰۔ ایضاً ـــــ ص ۳۶۶

۶۱۔ علی ہجویری: کشف المحجوب، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۲ھ ر ۱۹۲۳ء۔ ص ۳۱۸

سماع کو حق سے سنتا ہے، حق کی طرف راہ پاتا ہے اور جو نفس سے سنتا ہے وہ زندقہ میں مبتلا ہوتا ہے اور حضرت ابی بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"السماع ظاہرہ فتنۃ و باطنہ عبرۃ، فمن عرف الاشارۃ حل لہ سماع العبرۃ والا فقد استدعی الفتنۃ و تعرض البلیۃ"۔۲

(ترجمہ) ظاہر سماع فتنہ ہے اور باطن سماع عبرت۔۔۔ جنہوں نے اس اشارے کو پالیا ہے ان کے لئے سماع عبرت حلال ہے، وگرنہ تو وہ (دوسروں کے لئے) دعوت فتنہ اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے"۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے تو یہاں تک تاکید کی ہے کہ سماع کو عادتاً" اختیار نہ کیا جائے۔ فرماتے ہیں:

"شرط آداب سماع آں باشد کہ تا نباید نکنی و مر آں را عادت نہ سازی، دیر بدیر کنی۔۳

(ترجمہ) "سماع کے آداب کی شرط یہ ہے کہ جب تک ممکن ہو اس سے پرہیز اختیار کر، اور اسے اپنی عادت نہ بنا بلکہ جتنی دیر کر سکے اس سے دور رہو"۔

پھر مزید تاکید فرماتے ہیں کہ مبتدیوں کو سماع سے پرہیز کرنا چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"و من کہ علی بن عثمان الجلابی ام آں دوست تر دارم کہ مبتدیاں را بہ سماعہا نگزارند تا طبع ایشاں بشولید نہ شود کہ اندران خطرہائے عظیم است و آفت بزرگ"۔۴

(ترجمہ) میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں، یہ چیز زیادہ پسند کرتا ہوں کہ مبتدیوں کو سماع کی طرف متوجہ کریں تاکہ ان کی طبیعت پریشان نہ ہو کہ اس میں بڑے بڑے خطرات اور بڑی بڑی آفتیں ہیں"۔

۲۔ ایضاً ـــــ ص ۳۱۸
۳۔ ایضاً ـــــ ص ۳۲۷
۴۔ ایضاً ـــــ ص ۳۲۳

تعجب ہے کہ ڈاکٹر تارا چند نے اپنی اس ضخیم کتاب (تمدن ہند پر اسلامی اثرات) میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ) کا ذکر تک نہ کیا۔ شیخ موصوف کی شخصیت اس قابل نہ تھی کہ ان کو اس طرح نظرانداز کر دیا جاتا۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے لکھا ہے:

Sheikh Ahmad of Sarhand ___ great relogonius genuis of seventeenth century۶۵

اور جس کے نظریات سے بے رخی برتنے پر سر ہملٹن گب (Sir Hamilton A.R.Gibb) نے اظہار افسوس کیا ہے اور اس طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ محققین نے امریکہ،۶۶ فرانس،۶۷ انگلستان۶۸، ۶۹ ترکی۷۰ وغیرہ میں حضرت مجدد کی تعلیمات و تصنیفات میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔

سماع کے متعلق شیخ احمد سرہندی نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے معلوم ہو گا کہ تصوف میں اس کو کس نظر سے دیکھا گیا ہے۔ شیخ موصوف کے ارشادات ہمارے لئے حرف آخر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> و آیات و احادیث و روایات فقہیہ در حرمت غنا بسیار است بحدیکہ احصائے آں متعذر است، مع ذالک اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ را در اباحت سرود بیاورد اعتبار نباید کرد، زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ

۶۵۔ Dr. Mohammad Iqbal : Reconstruction of Religious thought in Islam Lahore 1944, p.192

۶۶۔ Sir Hamiltion A.R.Gibb: Mohammadanism, New York, 1955, p.125

۶۷۔ ٹفٹس یونیورسٹی، میڈ فورڈ، میاچوسٹس (امریکہ) کے پروفیسر فری لینڈ ایبٹ نے اپنے مقالے مطبوعہ "دی مسلم ورلڈ" میں شیخ احمد سرہندی کا ذکر کیا ہے۔

۶۸۔ پیرس (فرانس) کے ریسرچ اسکالر آں جہانی ماریژن مولے بھی شیخ احمد سرہندی پر کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس سلسلے میں مطالعہ شروع کر دیا تھا۔

۶۹۔ محمد اسلم صاحب نے انگلستان کی مانچسٹر یونیورسٹی میں شیخ احمد سرہندی کی تحریک پر ۱۹۶۳ء میں ایم اے کے لئے مقالہ پیش کیا تھا۔

۷۰۔ انقرہ (ترکی) میں صالح اوزجان، شیخ احمد سرہندی کی تصنیفات کے ترکی تراجم چھاپ رہے ہیں۔

وقتے و زمانے فتویٰ باباحت سرود نداده است و رقص و پاکوبی را مجوز نداشته، چنانچه در ملتقط رسالہ امام ہمام ضیاء الدین شامی مذکور است، و عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست --- ایں جا قول امام ابو حنیفہ، و امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است --- صوفیان خام ایں وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ۔ اولئک الذین اتخذو دینھم لھو و لعبا[۱۷]

(ترجمہ) (سماع مزامیر) کی حرمت میں بہ کثرت آیات و احادیث اور روایات موجود ہیں، اتنی ہیں کہ احاطہ کرنا مشکل ہے، اگر کوئی شخص کوئی منسوخ حدیث یا روایت شاذہ سرود کی اباحت و حلت میں بیان کرے تو اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، کیونکہ کسی بھی فقیہ نے کسی بھی زمانے میں سرود کی اباحت میں فتویٰ نہیں دیا اور نہ رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کے رسالے میں مذکور ہے کہ صوفیہ کا عمل (سرود و رقص) کی حلت و حرمت میں سند نہیں ہے۔ یہاں تو امام ابو حنیفہ، امام ابی یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے --- اس زمانے کے صوفیہ خام نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنا دین و ایمان بنا لیا ہے اور طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔

(۶)

ہندوؤں نے بعض اپنے ہی دیئے تصورات مسلمانوں سے واپس لئے

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ص ۳۵۳ (ملخصا))

ڈاکٹر تارا چند کا یہ فرمانا کہ "شاید ہندوستان نے بھی اپنے ہی دیئے ہوئے تصورات کا عکس اسلام کے ذریعے حاصل کیا" کچھ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس دعوے کی کمزوری لفظ "شاید" ہی سے ظاہر ہے، اگر حقیقت واقعہ یہی ہے تو پھر اسلامی اثرات بے معنی ہو کر رہ جاتے

۱۷۔ شیخ احمد سرہندی: مکتوبات شریف مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۸ھ، ج ۱، ص ۱۳۶

ہیں۔ اس سلسلے میں ہم یہاں فرانس کے مشہور محقق اور مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان (G.Le Bon) کا بیان نقل کرتے ہیں۔ مورخ موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اس سات سو سال کے عرصے میں جب سے مسلمانوں کی حکومت ہندوستان میں رہی ہے، مختلف فاتحین نے اس ملک کو زیر کیا، جن میں عرب، افغان، ترک اور مغل شامل ہیں لیکن ان سب کا مذہب اسلام تھا اور ان کے کل نظامات شریعت محمدی پر مبنی تھے۔ ان فاتحین نے نہ صرف ہندوستان کو فتح کیا بلکہ اپنا مذہب، اپنی زبان اور اپنی صنعت اس ملک میں پھیلائی، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ عظیم الشان تغیرات جو انہوں نے پیدا کیے اس وقت بھی موجود ہیں، اور پانچ کروڑ ہندو اسلام کے پیرو ہیں"۔ [۲۷]

اسلام پر عیسائیت اور نو افلاطونی اثرات کے ساتھ ساتھ بہتر ہوتا، اگر فاضل مؤلف عیسائیت پر اسلام کے احسانات کو بھی بتاتے جاتے۔ ایک مدت تک یورپ کے احسان فراموشوں نے مسلمانوں کے احسانات کو چھپائے رکھا لیکن اب حالات کچھ اور ہیں اور اس حقیقت کا کھل کر اعتراف کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جان ولیم ڈیپر (John Willam Draper) لکھتا ہے:

Injustice founded on religious rancour and national conceit can not be perpetuated for ever ___ The Arab has left his intellectual impresson Europe, as, before long, Christendom will have to confess.[۲۸]

یعنی

"ایسی ناانصافی جو مذہبی کینہ پروری اور قومی غرور پر مبنی ہو، ہمیشہ قائم نہیں

۲۷۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان:۔ تمدن ہند (ترجمہ اردو از ڈاکٹر سید علی بلگرامی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۰۷

۲۸۔ John William Draper : Intellectual Development of Europe, VolII, p.42, (Ref. Heritage of Islam by K. Jamil Ahmad, Lahore, 1956)

رہ سکتی۔ عیسائیت کو یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ عربوں نے بہت پہلے ہی یورپ والوں پر اپنی فہم و فراست کی مہر ثبت کر دی تھی"۔

(۷)

مسلمانوں نے تہذیب سوزی کا کردار ادا کیا

("تمدن ہند پر اسلامی اثرات' لاہور' ص ۶۳۰ (ملخصاً")

ڈاکٹر تارا چند نے مسلمان فاتحین کے لئے لفظ "Vendalosm" استعمال کیا ہے جس کے معنی "تہذیب سوزی" کے آتے ہیں۔ تعجب ہے کہ وسعت نظر اور وسعت علم کے ہوتے ہوئے مؤلف موصوف نے اس قسم کا نامناسب لفظ استعمال کیا۔

یورپ میں نشاۃ ثانیہ انہی "تہذیب سوزوں" کی مرہون منت ہے۔ رابرٹ بریفالٹ (Rorert Briffault) لکھتا ہے:

> It was under the influence of Arabian and Mooresh revival of culture, and not in the 15th century, that the real Renaisnce took place. Spain and not Itlay was the cradle of the rebirth of Europe.[۴۳]

(ترجمہ) درحقیقت نشاۃ ثانیہ نے پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ عربوں اور شمالی افریقہ کے عرب مسلمانوں کے تہذیبی احیاء کے زیر اثر جنم لیا تھا۔ اٹلی کے نہیں بلکہ اسپین کے جھولے میں یورپ نے اپنا دوسرا جنم لیا تھا"۔

دور جدید کے عظیم مورخ پروفیسر فلپ' کے' ہتی (Philip K. Hitti) نے بھی لکھا ہے۔

۴۳۔ Robert Briffault : The making of Humanity p.298. p.188-9. (Hertage of Islam. p.557)

Moslem Spain wrote one of the brightest Chapters in the intellectual history of Mediaval Europe. Between the middle of 8th and the begining of 13th cinturies the Arab speaking people were the main bearers of the torch of culture and civilization throughout the world.۷۵

یعنی

"سپین کے مسلمانوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ کی فکری تاریخ میں ایک درخشندہ باب رقم کیا تھا۔ عربی بولنے والے آٹھویں صدی کے درمیان اور تیرھویں صدی کے آغاز میں پوری دنیا میں تہذیب و تمدن کے مشعل بردار تھے"۔

آخری جملہ قابل غور ہے کہ "آٹھویں اور تیرھویں صدی عیسوی کے درمیان عرب ساری دنیا میں تہذیب و تمدن کے مشعل بردار تھے"۔ یورپ کے مختلف فاضلوں نے مسلمانوں کی تمدن افروزی اور تہذیب نوازی کو سراہا ہے۔ چنانچہ

☆ باسورتھ اسمتھ (Bsworth Smith)۷۶

☆ ایس ٹی آرنلڈ (S.T.Arnold)۷۷

☆ الفرڈ گلیام (Alfred Guillaume)

☆ جی بی ٹرینڈ (G.B.Trend)۷۸ وغیرہ نے ان حقائق پر روشنی ڈالی ہے۔

۷۵۔ Philip K. Hiti : History of the Arabs. p.557 (Ref. Heritage of Islam p.296)

۷۶۔ Bosworth Smith : Mohammad and Mohammedanism, p.183 Ref. The Arabian Prophet, p.385

۷۷۔ S.T. Arnold: The Legacy of Islam London, 1952. preface 1

۷۸۔ G.B.Trend: Spain, and Portugal, (Ref The

رابرٹ بریفالٹ (Rorert Briffault) کا یہ قول اپنی جگہ بڑا وقیع ہے، ہو لکھتا ہے۔

There is not a single aspect of European growth in which the decisive influence of Islamic Culture is not traceable.۷۹

یعنی

"یورپ کی نشو و نما کا کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں جہاں اسلامی تمدن کا بنیادی اثر نظر نہ آتا ہو"۔

(ترجمہ) جہاں تک یونانی اور نو افلاطونی تاثرات کا سوال ہے، اسپنگلر (Spengler) کے جواب میں علامہ اقبال کا یہ قول کافی ہے۔

---The anti- classical spirit of the modern world has really arisen out of the revolt of Islam aganinst Greek though۸۰

یعنی

"جدید دنیا میں، قدیم یونانی ادب کے خلاف جذبہ دراصل یونانی سوچ کے خلاف اسلام کے ردعمل (بغاوت) کے نتیجے میں ابھرا ہے"۔

تہذیب و تمدن کے متعلق اسلامی نظریے کی وضاحت پکتھال (pickthal) نے بڑی خوبی کے ساتھ کی ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

The Culture of Islam aimed not at baeau

۷۹۔ Robert Briffault: Making of Humanity p. 202 (Ref. The Reconsruction of Religious, Thoght etc. p.190

۸۰۔ Dr. Mohammad Iqbal: The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore, 1944, p.143

tiflying and refining the accessories of human life.It aimed at beautifying and exalting human life itself.۸۱

(ترجمہ) اسلامی تمدن کا ہرگز مقصد نہیں کہ وہ حیات انسانی کے حشو و زوائد (لوازمات) کو حسین و جمیل بنائے اس کا مقصد خاص تو یہ ہے کہ خود انسانی زندگی کو حسین و رعنا بنائے اور بلند تر کر دے۔

۸

بعض مسلمان صوفیہ، اہل قلم اور شعراء، ہندو معتقدات کی طرف مائل ہو گئے

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور، ص ۲۱۹ (ملخصاً))

ڈاکٹر تارا چند نے اپنے قول کے لئے کوئی برہان پیش نہیں کی۔ مناسب تھا کہ موصوف چند مثالیں پیش کر دیتے تاکہ قارئین مطمئن ہو سکتے، جہاں تک سلسلہ ہائے طریقت کا سوال ہے، چودھویں صدی عیسوی میں ایران و عراق سے مشہور سلاسل میں چشتیہ، سہروردیہ اور فردوسیہ پاک و ہند آئے۔ ان میں سے کوئی سلسلہ بھی ہندو معتقدات کی طرف مائل نہ تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں نے تبلیغ اسلام میں جو نمایاں کردار انجام دیا ہے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ چودھویں صدی عیسوی میں مسلم علماء و شعراء کا ہندو معتقدات کی طرف مائل ہونے کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے اسلام کے اس طویل دور میں کسی عالم کا برگشتہ ہو کر ہندو مذہب اختیار کرنا یا ان کے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کی مثال شاید ہی مل سکے۔ البتہ سولہویں صدی عیسوی میں اکبر کے دور میں خبط الحواسی کا دور آیا تھا۔ جہانگیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں جاہل مسلمان ہندو دیوتاؤں کی منت مانا کرتے تھے۔ سو اسلام کی نظر میں ان کا یہ فعل مشرکانہ ہے۔ وہ مسلمان جو کسی دیوتا کی پرستش کرتا ہے، کسی طرح مسلمانوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ کتنا ہی اسلام کا دعویٰ کرے۔ کفر و اسلام میں مابہ الامتیاز خدا اور غیر خدا کی

۸۱۔ Mohammad Marmaduke Piekthal: Islamic Culture, Lahore, p.3

پرستش ہے۔ چنانچہ قرآن حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما"۸۲

(ترجمہ) اللہ اس کو معاف کرنے والا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، ہاں اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دے، اور جس کسی نے خدا کے ساتھ شریک کیا اس نے خدا پر بڑا طوفان اٹھایا"۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد ضل ضلالا" بعیدا۸۳

(ترجمہ) خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو خدا اس کو معاف نہیں کرتا، البتہ اس کے ماسوا جو چاہے معاف کر دے اور جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ بہت دور بھٹک گیا"۔

اسلام کی "پرجوش توحید پرستی" کے تو خود ڈاکٹر تارا چند قائل ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنے اور بیگانے سب ہی اسلام کی توحید خالص کے مداح ہیں، چنانچہ آئزک ٹیلر (Canon Isaac Taylor) لکھا ہے:

In the resignation to God,s will____ the Mulims set us a patern we shoud do well to follow.۸۴

"یعنی راضی برضاء الٰہی رہنا۔۔۔ مسلمانوں نے یہ ایک ایسا نمونہ قائم کیا ہے جس کی ہم بھی پیروی کریں تو اچھا ہے"۔

☆ بور سورتھ اسمتھ (Bosworth Smith)۸۵

۸۲۔ قرآن حمید: ترجمہ مولوی نذیر احمد مطبوعہ دہلی، ۱۳۲۳ھ۔ سورۃ نساء۔ ص ۱۵۲

۸۳۔ قرآن حمید: سورۃ نساء، آیت

۸۴۔ Charms of Islam, p.55

۸۵۔ Rev. Bosworth Smith: Lectures on Muhammad

☆ ایف اے۔ایچ ولیم (F.A.H William)۸۶

☆ ڈبلیو۔ایچ۔ٹی گارڈنر (W.H.T.Gairdner)۸۷

☆ اور تھامس کارلائل (Thomas Carlyle)۸۸ نے اسلامی توحید کو سراہا ہے۔ان کے علاوہ ٹالسٹائی۔ سرولیم میور' پروفیسر ماؤنٹ' اسمبڈور منگھم' ڈاکٹر اسٹن' فالٹیر' گاشاف لایاں' جارج برناڈ شاہ وغیرہ نے اسلامی توحید کو سراہا ہے۔۸۹

۹

اسلام نے مخالفین پر شدت اور عدم رواداری کا درس دیا اور جو رواداری برتی گئی وہ بہ امر مجبوری تھی

(تمدن ہند پر اسلامی اثرات' لاہور' ص ۲۹' ۲۱۷' ۲۳۵' ۲۳۲' ۲۳۲ (ملخصا")

مخالفین پر سب و شتم' غیر مسلموں سے بغض و حسد اور دیگر مذاہب کے ساتھ عدم رواداری کا برتاؤ اور مصلحت وقت کے تحت مجبورا" تعصب کو ترک کر دینا' نہ اسلام نے سکھایا اور نہ مسلمانوں کا شیوہ رہا۔ اسلام نے مخالفین پر ملامت کرنے سے روکا ہے' تمام انسانوں سے محبت کا برتاؤ رکھنے کی ہدایت کی ہے' چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عام لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تک وہ انسان سے صرف خدا کے لئے محبت نہیں کرتا۔"۹۰

---

and Muhammedanism, (Charms of Islam ,p.55)

۸۶۔ Charms of Islam, p.55-56

۸۷۔ Rev. W.H.T.Gairdner: The vital Forces of Christianity and Islam, p.17

۸۸۔ Thomas Carlyle: on Hreroes Hero- Worship and the Heroic in History, London, 1921 p.73-4

۸۹۔ عبدالقیوم ندوی: یورپ اور اسلام' مطبوعہ لاہور' ۱۳۵۶ھ

۹۰۔ مسند امام احمد ابن حنبل: ج ۳' ص ۲۷۳

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"الانسان اخ الانسان"۹

"یعنی انسان انسان کا بھائی ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تاریخ عالم میں ایک عظیم الشان مثالیہ (Ideal) کی حیثیت رکھتی ہے۔ ملت اسلامیہ نے جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ تاریخ کے طلبہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ابتداء عہد نبوت میں اہل مکہ نے آپ کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا، جو کچھ نہ کرنا تھا کیا۔ مگر جب سن ۸ ہجری (۶۳۰ء) میں یہ پیکر قدسی (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ سے چل کر فاتحانہ انداز سے شہر مکہ میں داخل ہوتا ہے تو شاید دنیا والوں کو یہ توقع ہو کہ آج دشمنوں سے بدلے لئے جائیں گے اور مکے کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہیں گی، مگر نہیں، جو کچھ ہوا اس نے عالم کو حیرت میں ڈال دیا، اور آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے کہ یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ مگر ہوا، اور یہ سب اس عرش و کرسی سے وسیع قلب کے ایک گوشے کی جلوہ گری تھی۔ تمام دشمنوں کو معاف کر دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ دشمنوں کے گھر کو دارالامان بنا دیا گیا (من دخل دار ابی سفیان کان آمنا) اپنی جاگیروں کو دشمنوں کے سپرد کر دیا، اس سے بڑھ کر اور کیا رواداری اور مہربانی ہو گی۔ جنگ تھی تو اللہ کے لئے اور یہ دوستی ہے تو اللہ کے لئے، نہ بے وجہ الفت، نہ بے وجہ نفرت، جچی تلی دشمنی اور محبت، فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم المثال دریا دلی کو بیگانوں نے بھی سراہا ہے۔ سٹینلے لین پول (Stanley Lanne Poole) کہتا ہے۔

"Facts are hard things,and it is a fact that the day of Mohammad,s greatest trumph over his enemies was also the day of his grandest victory over himself. He freelly forgave the Qureysh allthe years of sorrow and cruel scorn they had inflicted

---

۹۔ مستدرک حاکم، ص ۵۹۰

on him: he have an amnesty to the whole population of Mekka.۹۲

یعنی "حقیقتیں بڑی تلخ اور کٹھن ہوتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں پر عظیم ترین فتح و نصرت حاصل کی، اسی دن آپ نے اپنے نفس پر شاندار کامیابی حاصل کی۔ آپ نے وہ ماہ و سال بھلا دیئے جب قریش نے آپ پر ظلم و ستم، مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے اور ذلت آمیز سلوک کیا۔ آپ نے نہایت فراخ دلی سے یہ سب کچھ معاف کر دیا بلکہ تمام اہل مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان فرما دیا"۔

ایس۔پی۔اسکاٹ (S.P.Scot) لکھتا ہے۔

His magnanimity and the profound knowledge of human heart, which stamped him a leader of men, were evidenced by his noble conduct and princely liberation to the Quraish after the Conquest of Mekka!۹۳

یعنی

"یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ظرفی اور نفس انسانی کا گہرا علم تھا جس نے آپکو بحیثیت رہبر انسانیت ممتاز کر دیا۔ آپ کا اعلیٰ کردار اور فتح مکہ کے بعد اہل قریش کو شاندار آزادی دینا اس کا ثبوت ہے"۔

ملک شام کی طرف جانے والی اسلامی افواج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات دی تھیں اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پیکر قدسی کی رحمت و رافت سے

۹۲۔ Stanley Lane Poole : The Prophet and Islam, (Abridged-1879) Lahore, 1952 p.31-2

۹۳۔ S.P. Scott: History of the Moorish Epmire in Europe. Vol. I, pp. 98-9 (Ref. the Arabian Prophet, p.390

میدان جنگ بھی محروم نہیں۔ حالت جنگ میں اقوام عالم نے جو کچھ کیا وہ کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں۔ دور جدید جس کو تہذیب کا دور کہا جاتا ہے' اس میں کیا کچھ نہ ہوا' پہلی اور دوسری جنگ عظیم اس کی شاہد ہے۔ پھر آئے دن جو کچھ ہوتا رہتا ہے' وہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔ تاریخ عالم میں کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ کسی فوج کے کمانڈر نے اس کو اس قسم کی ہدایات دی ہوں۔ شام کی طرف فوجیں روانہ ہو رہی ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے ہیں:

> "اللہ کا نام لے کر خدا کے دشمنوں سے ملک شام میں لڑائی لڑو' وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشین راہب ملیں گے' خبردار! ان سے تعرض نہ کرنا' ان کے علاوہ بعض ایسے (لوگ) ملیں گے جن کی کھوپڑیوں میں شیطان نے گھونسلے بنا رکھے ہیں' سو تلوار سے ان کا قلع قمع کر دو۔ دیکھو عورت' شیر خوار بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا' نہ کھجور یا دوسرا درخت کاٹنا' نہ کوئی عمارت مسمار کرنا"۔ [۹۴]

ڈاکٹر ہانس کروسے (Hans Kruse) اسلام کے اصول حرب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "According to these the fighters for the sake of faith and religion are not allowed to kill women, children, aged persons invalids, paralytics, monks and hermits and those who are non-belligerents. Unnecessary destruction, devastation etc. is as much forbidden as the killing of hostages". [۹۵]

یعنی

۹۴۔ عبدالقیوم ندوی: خطبات نبوی' مطبوعہ لاہور' ص ۸۵-۸۶

۹۵۔ Dr. Hans Kruse : The Foundation of International Islamic Jursprudence, Karachi, p.17

"اسلامی اصول جہاد کے مطابق ایمان اور اسلام کی خاطر جہاد کرنے والوں کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں، معذوروں، مفلوجوں، راہبوں اور تارک الدنیا (گوشہ نشینوں) اور ان لوگوں کو جو جنگ کے لیے آمادہ نہ ہوں، کو قتل کریں۔ غیر ضروری تباہی، غارت گری وغیرہ ایسے ہی ممنوع تھی جیسے یرغمالیوں کو قتل کرنا۔"٤٦

بیشو نے بھی حالت جنگ میں اسلام کی اس نرمی کا ذکر کیا ہے۔٤٧

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بھائی فرخ بن خشفان جن کا تعلق زرتشتی مذہب سے تھا، ان کو دربارِ رسالت سے امان ملی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد نامہ لکھا، اس میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں:

"جو شخص ان سے فیاضانہ برتاؤ کرے گا وہ گویا مجھ سے فیاضانہ سلوک کرے گا اور اس کا اجر اللہ سے پائے گا اور جو شخص ان کو تکلیف پہنچائے گا وہ گویا مجھے تکلیف پہنچائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا دشمن ہوں گا۔"٤٨

غرض آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دلی اور فیاضانہ برتاؤ کے کس کس پہلو کو اجاگر کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں یہ بات قابل غور اور تعجب خیز ہے کہ گو ہر جنگ میں شریک رہے لیکن کسی دشمن کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا۔

"وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین" کی یہ زندہ مثال ہے۔

☆ ڈاکٹر گستاف وائل (Gustav Weil)٤٩

٤٦۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان: تمدن عرب (ترجمہ اردو سید علی بلگرامی) مطبوعہ حیدرآباد دکن، ص ۔۔۔ بحوالہ تاریخ جنگ طلب

٤٧۔ M.Y.Khan : Islamic Treatment of Conquered Non-Believers, (Islamic Review, London p.359

٤٨۔ Dr. Ata Mohy-ud-Din : The Arabian Prophet Lahore. 1955. p.27

☆ ڈاکٹر ڈبلیو سی ٹیلر (W.C Taylor)[۹۹]

☆ اور پروفیسر ایس پی اسکاٹ (S.P Scot)[۱۰۰] وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریا دلانہ اور فیاضانہ برتاؤ کو سراہا ہے۔

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو فوجیں ملک شام بھیجیں تھیں' ان کو وہی ہدایات دیں جو اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ جو آپ نے معاہدہ کیا تھا اس کی دفعات کی تاریخ میں مثال ملنی مشکل ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کا اپنے مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ کیا فیاضانہ سلوک رہا ہے۔ معاہدے کے آخر میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

> "یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' تندرست و بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی' نہ وہ گرائے جائیں گے' نہ ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا' نہ ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا' نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا"۔[۱۰۱]

جنگ یرموک میں شرکت کے لئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ ملک شام کے مفتوحہ علاقے کو چھوڑ کر چلے تو انہوں نے غیر مسلموں کی جزیہ کی رقم واپس کر دی' اس انصاف پسندی سے متاثر ہو کر وہاں کے باشندوں نے

۹۹۔ W.C Taylor: The History of Mohammetanism and Its Sects, London. p.116

۱۰۰۔ S.P Scott: History of Moorish Empire in Europe

۱۰۱۔ T.W. Arnold : The Preaching of Islam, Lahore, 1950.
شبلی نعمانی: الفاروق مطبوعہ لاہور' (۱۸۰۸ء) ص ۱۲۱

وعادی۔

"خدا تم کو ہم پر حکومت کرنا نصیب کرے! اور تم کو رومیوں پر فتح یاب کرے! اگر اس موقع پر وہ لوگ ہوتے تو ہم کو کچھ نہ دیتے بلکہ ہمارے پاس جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ بھی لے لیتے"۔ ۴۲

اموبہ اور عباسیہ دور حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ جو روادارانہ سلوک کیا گیا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ٹی، ڈبلیو، آرنلڈ (T.W. Arnold) نے اپنی کتاب "The preaching of Islam" میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ ہم وہیں سے چند حقائق بیان کرتے ہیں۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶۶۱ء، ۶۸۰ء) نے اپنی حکومت میں بہت سے عیسائیوں کو ملازم رکھا۔ خلیفہ عبدالملک (۶۸۵ء۔۷۰۵ء) کا درباری شاعر الاخطل عیسائی تھا، سینٹ جان دمشقی کا باپ خلیفہ موصوف کا مشیر خاص تھا، اور سلمویہ (Sulmuyah) نامی ایک عیسائی معتمد حکومت تھا۔ خلیفہ المعتصم (۸۳۳ء۔۸۴۲ء) کے عہد حکومت میں ابراہیم نامی ایک عیسائی خازن تھا اور خود خلیفہ کے بھائی شہزادہ عبدالعزیز کا استاد ادسا (Edessa) نامی ایک غیر مسلم تھا۔ خلیفہ المعتضد (۸۹۲ء۔۹۰۲ء) کے عہد حکومت میں ایک عیسائی عمر بن یوسف انبار کا گورنر تھا، خلیفہ الموفق (۸۷۰ء۔۸۹۷ء) کے عہد خلافت میں اسرائیل نامی ایک غیر مسلم ناظم عساکر تھا، اور ایک غیر مسلم مالک بن الولید معتمد حکومت تھا۔ خلیفہ المقتدر (۹۰۸ء۔۹۳۲ء) کے دور خلافت میں ایک عیسائی، دفتر جنگ کا انچارج تھا، خلیفہ ہارون الرشید کا درباری طبیب جبرئل نامی ایک غیر مسلم تھا۔ اس طبیب کو دو لاکھ اسی ہزار درہم سالانہ ملتے تھے۔ اس کے علاوہ آٹھ لاکھ درہم خصوصی طور پر دیئے

۴۲۔ T.W. Arnold : The Preaching of Islam, p.61

جاتے تھے۔ ایک اور غیر مسلم شاہی طبیب تھا جس کی تنخواہ بائیس ہزار درہم تھی۔

عبدالعزیز بن مروان کے زمانے میں حلوان میں ایک قبطی گرجا بنایا گیا۔ خلیفہ ولید (۷۰۵ء-۷۱۵ء) کے حکم سے انطاکیہ میں یعقوبی گرجا بنایا گیا۔ (۹۰۰ء) دسویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ میں ابو سلیمان کا خوبصورت گرجا تعمیر ہوا۔ خلیفہ الظاہر (۱۰۲۰ء-۱۰۳۵ء) کے عہد خلافت میں جرجے میں نیا گرجا تعمیر ہوا۔ خلیفہ الناصر (۱۱۸۰ء-۱۲۲۵ء) کے دور حکومت میں بہت سے نئے گرجے تعمیر ہوئے۔ ۱۱۸۷ء میں قسطنطنیہ میں ایک نیا گرجا حضرت مریم علیہا السلام کے نام نامی سے معنون ہوا"۔ ۴۳

غیر منقسم ہندوستان کے اسلامی دور میں غیر مسلموں کے ساتھ جس قسم کا برتاؤ کیا گیا؟ خود ان کا وجود اس کا شاہد ہے۔ مسلمان فاتحین اگر یہاں کے رہنے والوں سے دشمنی اور تعصب کا برتاؤ کرتے تو اس برصغیر کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا؟ اور یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے جو مقامات دار الحکومت رہے ہیں وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور غیر مسلم اکثریت میں ہیں۔ ایک ہندو فاضل نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کی رواداری کی بین دلیل ہے۔ ہندوستان کے فاتحین میں محمود غزنوی کو ہندو کش فاتح کی حیثیت سے جانا جاتا ہے مگر تاریخ کے طلبہ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ اس فوج میں غیر مسلموں کے فوجی دستے تھے خود ڈاکٹر تارا چند نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

"ہندوؤں کی ملازمت مسلمانوں کی حکومت کا جزو لازم تھی۔ محمود غزنوی کے پاس بہت سے ہندو فوجی دستے تھے جو اس کی طرف سے وسط ایشیاء میں لڑے۔ اور یہ اس کا ہندو سپہ سالار تلک ہی تھا جس نے محمود کے سپہ سالار نیالتگین کی بغاوت کو فرو کیا۔ قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں

---

۴۳ T.W. Arnold :The Preaching of Islam, p.63-8

رہنے کا فیصلہ کر لیا تو اس نے ہندو ملازمین کو بحال رکھا"۔۱۰۴

اکبر بادشاہ کا دور تو غیر مسلموں کے خاص عروج کا زمانہ تھا۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ جن کو ہندو بیرون ہند کے مؤرخوں نے بدنام کرنے کی سعی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان کا سلوک بھی غیر مسلموں کے ساتھ بڑا روادارانہ تھا۔ انہوں نے دشمنوں تک سے درگزر کیا ہے۔ جب شیوا جی دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ کے ساتھ گستاخانہ پیش آیا تو بادشاہ نے تو درگزر کیا مگر راجا جسونت سنگھ نے سزا کی سفارش کی۔ واقعہ یہ ہے:

"بیگم صاحبہ نواب جعفر خاں (وزیر اعظم) اور راجا جسونت سنگھ جی نے بہت اصرار کے ساتھ بادشاہ جی کے حضور عرض کی کہ شیوا کیا چیز ہے جو دربار شاہی میں اتنی بے ادبی اور عدول حکمی کر رہا ہے اور حضرت درگزر فرما رہے ہیں، ایسے بھومئے (زمیندار) تو بہت سے آئیں گے۔ اگر سب ایسی ہی بے ادبی کریں گے تو ملکی نظام کیسے برقرار رہے گا؟ اور جب یہ خبر ملک بھر میں پہنچے اور پھیلے گی تو اوروں کو بھی ایسے ہی حوصلے ہونگے۔ جسونت سنگھ جی نے کہا کہ اس بے ادبی کی سزا ضرور دینی چاہیے"۔۱۰۵

گزشتہ تاریخی واقعات کو چھوڑ کر اگر اس زمانے میں اسلامی سلطنتوں کا جائزہ لیا جائے تو غیر جانب دارانہ طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں غیر مسلموں کو مکمل آزادی حاصل ہے اور ان کے ساتھ ہمیشہ فیاضانہ اور روادارانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ کوئی غیر مسلم، غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر ظلم و تشدد کا شکار نہیں ہوتا، برخلاف اور حکومتوں کے باوجود دعوئ لامذہبیت کے مسلمانوں کے ساتھ عملی اور نظری طور سے جو کچھ ہو رہا ہے، انصاف پسندوں کی نظر سے اوجھل نہیں۔

المختصر اسلامی رواداری ہمہ گیر اور عالم گیر ہے۔ دنیا کے فضلاء نے اس کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ ڈی۔ ڈی سینٹیلانا (D.D. Santillana) اسلامی قانون پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کا مقصد فلاح انسانی ہے:

۱۰۴۔ ڈاکٹر تارا چند: تمدن ہند پر اسلامی اثرات

۱۰۵۔ خط پرکل داس بنام کلیان داس، جیٹھ ۹ ست ۱۷۲۳ھ/م مئی ۱۶۶۶ء (عزیز الملک سلیمانی: عالم گیری اصلی تصویر، مطبوعہ کراچی، ص ۲۳۹)

Accordingly law, divine in its origin human in its subject matter, has no other end but the welfare of man.[۱۰۶]

یعنی "چنانچہ قانون کا مقصد و منتہا جو بنیادی طور پر ربانی و سماوی ہے اور موضوع کے اعتبار سے انسانی' سوائے انسان کی فلاح و بہبود کے اور کچھ نہیں"۔

پھر اسلامی حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

The object of Government is to lead men to prosperity in this world and the salvation in the next.

یعنی

"حکومت کا مقصد و مدعا اس دنیا میں انسان کی خوشحالی اور آخرت میں اس کی نجات کے لئے رہنمائی کرنا ہے"۔

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) اسلامی مساوات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Islam, like any great --- and insight into the the essence of man is a perfect equaliser of men.[۱۰۷]

یعنی

"اسلام کسی بھی بڑے مذہب کی طرح نفس انسانی کا گہرا ادارک رکھتے ہوئے مکمل مساوات انسانی کا علم بردار ہے"۔

۱۰۶۔ D.D. Santillana : Law and Society, (Ref. The Legacy of Islam,) p.304

۱۰۷۔ Thomas Carlyle : Heroes. Hero- Worship, p.99

ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W. Arnold) نے اسلامی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ حرف آخر ہے' وہ لکھتا ہے۔

On the whole, unbeleivers have enjoyed under Muhammadan rule a measure of tolerance the like of which is not to be found in Europe untill quite modren time.۱۰۸

یعنی

"مجموعی طور پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلموں نے جس رواداری کا لطف اٹھایا اس کی مثال یورپ کے اس جدید دور میں بھی نہیں ملتی"۔

☆ ☆ ☆

۱۰۸۔ Thomas Arnold: The Preaching of Islam, Lahore, 1950, p.420

کتابیات

۱۔ احمد رضا خاں، مفتی: احکام شریعت جلد اول، مطبوعہ بریلی

۲۔ احمد سرہندی، شیخ (مجدد الف ثانی) مکتوبات شریف، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۸ھ

۳۔ اشرف علی مولانا: ترجمہ قرآن (اردو) مطبوعہ لاہور

۴۔ امیر حسن علاء سنجری (حسن دہلوی): فوائد الفواد، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۲۶ھ

۵۔ جلال الدین سیوطی، علامہ: خصائص الکبریٰ، جلد اول

۶۔ جمال دہلوی، مولانا: سیر الاولیاء، مطبوعہ دہلی، ۱۳۱۱ھ

۷۔ رفیع الدین شاہ: ترجمہ قرآن (اردو)، مطبوعہ دہلی، ۱۹۴۲ء

۸۔ رکن الدین، مولانا: توضیح العقائد، مطبوعہ، ۱۳۳۵ھ

۹۔ شبلی نعمانی، مولانا: سیرۃ النبی، جلد اول، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۶۴ھ

۱۰۔ شبلی نعمانی، مولانا: الفاروق، مطبوعہ لاہور۔ (۱۸۹۸ء)

۱۱۔ عبدالحق محدث دہلوی: شیخ المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل، مطبوعہ دہلی، ۱۲۹۷ھ

۱۲۔ عبدالقادر، شاہ: ترجمہ قرآن (اردو)، مطبوعہ لاہور

۱۳۔ عبدالقیوم ندوی: خطبات نبوی، مطبوعہ لاہور

۱۴۔ عبدالقیوم ندوی: یورپ اور اسلام، مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۶ھ

۱۵۔ عبدالکریم، ابی القاسم القشیری: الرسالہ القشیریہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۸۹ھ/۱۹۴۰ء

۱۶۔ عزیز الملک سلیمانی: عالم گیر کی اصلی تصویر، مطبوعہ کراچی

۱۷۔ علی ہجویری، مخدوم (داتا گنج بخش): کشف المحجوب مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳

۱۸۔ فخرالدین زرادی مولانا: کشف القناع عن اصول السماع

۱۹۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر: تمدن ہند (ترجمہ اردو ڈاکٹر سید علی بلگرامی)، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۲ء

۲۰۔ گستاؤلی بان، ڈاکٹر: تمدن عرب (ترجمہ اردو ڈاکٹر سید علی بلگرامی)، مطبوعہ حیدر آباد دکن

۲۱۔ محمود حسن: ترجمہ قرآن (اردو)، مطبوعہ بجنور، ۱۳۶۹ھ ر ۱۹۵۰ء

۲۲۔ مسعود عالم ندوی: ہندوستان عربوں کی نظر میں، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۶۰ء

۲۳۔ مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم، مطبوعہ دہلی، ۱۳۵۸ھ

۲۴۔ نذیر احمد، مولوی: ترجمہ قرآن (اردو) مطبوعہ دہلی، ۱۳۲۳ھ

۲۵۔ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ترجمہ قرآن، مطبوعہ دہلی، ۱۹۴۲ء

1. Abdullah Yusuf Ali : The Holy Quran, English Translation, 1937.
2. Alfred Guillaume and T.W., Arnold : The Legacy of Islam, London, 1952.
3. Ata Mohy-ud-Din : The Arabian Prophet, Lahore, 1955.
4. Bosworth Smith : Muhammad and Muhammedanism, Lahore, 1889.
5. Charles Annadale : The Concise English Dictionary, London, 1914.
6. D.B. Macdonald : Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory, England.
7. D. De. Santillanȧ : Law and Society, (The Legacy of Islam, London, 1952).
8. E. H. Palmer : The Koran (Qur'an), English Translation, London, 1954.
9. F. J. Fowler and H.W. Fowler : Oxford Dictionary, London, 1952.
10. Gustave E. Von Grunebawn : Medieval Islam.
11. Gustav Weil, Dr. : A History of the Islamic People.
12. Hamilton A.R.Gibb : Mohammadenism, New York, 1955.
13. Hans Kruse : The Foundation of International Islamic Jurisprudence ; Pakistan Historical Society, Karachi.
14. J.B. Trend : Spain and Portugal. (The Legacy of Islam. London, 1952).
15. J. M. Rodwell : The Koran, English Translation, London, 1953.
16. John Ogilvie : English Dictionary, London, 1907.
17. John William Draper : Intellectual Development of Europe, Vol.II.
18. Khwaja Kamal-ud-Din : The Ideal Prophet, Voking, England, 1925.
19. K. Jamil Ahmad : Heritage of Islam, Lahore. 1956.
20. K. L. Gauba : The Prophet of the Desert, Lahore, 1946.
21. L. Bohdanowicz : The Muslim in Poland, Their Origion, History and Cultural Life. (Journal of the Royal Asiatic Society, Oct. 1942).
22. Muhammad Iqbal, Allama : The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Lahore, 1944.

23. Muhammad Marmaduke Pickthal : The meaning of the Glorious Koran, New York, 1954.
24. M. M. Pichthal : Islamic Culture, Lahore.
25. M. Y. Khan, : Toleration, Islamic Review, London, March, 1947.
26. Noah Webster : Dictionaryof the English Language, London.
27. Philip K. Hitti ; History of the Arabs.
28. R.A. Nicholson : Mysticism (The legacy of Islam, Lonodn, 1952).
29. Robert Briffault : The making of Humanity.
30. Stanley Lane Pooler : The Prophet and Islam, (Abridged from ed. 1879), Lahore, 1952.
31. S.P. Scott : History of the Moorish empire in Europe, Vol. I. Lippincott, 1904.
32. Thomas Walker Arnold : The Preaching of Islam, Lahore, 1950.
33. Thomas Carlyle : On Heroes, Hero Worship and the Heroic in History, London, 1921.
34. W.C. Taylor : The History of the Mohammadanism.
35. William Dwight Whitney : German and English Dictionary, London, 1888.
36. William Geddie : Chamber's Twentieth Century Dictionary, London, 1954.
37. W. H. Gairdner : The Vital Forces of Christianity and Islam, Oxford Univ. Press, 1915.

مسعود ملت کے آثار علمیہ

تصنیفات

نمبر شمار	عنوان	فن	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	شاہ محمد غوث گوالیاری	سوانح	میرپور خاص	۱۹۶۴ء
۲	تذکرہ مظہر مسعود	سوانح	کراچی	۱۹۶۹ء
۳	اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر (غیر مطبوعہ مقالہ ڈاکٹریٹ سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)	قرآنیات	حیدرآباد	۱۹۷۰ء
۴	فاضل بریلوی اور ترک موالات	سیاسیات	لاہور	۱۹۷۱ء
۵	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	سوانح	لاہور	۱۹۷۳ء
۶	حیات مظہری	سوانح	کراچی	۱۹۷۴ء
۷	سیرت مجدد الف ثانی	سوانح	کراچی	۱۹۷۶ء
۸	موج خیال	ادب	کراچی، بمبئی	۱۹۷۷ء
۹	حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال	فلسفہ	سیالکوٹ	۱۹۷۸ء
۱۰	Neglected Genius of the East	سوانح	لاہور	۱۹۷۸ء
۱۱	تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم	سیاسیات	لاہور	۱۹۷۹ء
۱۲	محبت کی نشانی	فقہ و ادب	کراچی، الہ آباد	۱۹۸۰ء
۱۳	حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی	سوانح	سیالکوٹ	۱۹۸۱ء
۱۴	گناہ بے گناہی	سیاسیات	لاہور، کراچی	۱۹۸۱ء
۱۵	حیات امام اہل سنت	سوانح	لاہور، کراچی	۱۹۸۱ء
۱۶	دائرہ معارف امام احمد رضا	سوانح	کراچی، لاہور	۸۲-۱۹۹۷ء
۱۷	لمھوانجم	سوانح	سیالکوٹ	۱۹۸۳ء
۱۸	نور و نار	سیرت	لاہور، کراچی	۱۹۸۴ء
۱۹	اجالا	سوانح و ادب	لاہور، کراچی	۱۹۸۴ء
۲۰	رہبر و رہنما	سوانح و ادب	لاہور، کراچی	۱۹۸۶ء
۲۱	آخری پیغام	قرآن و ادب	لاہور، پشاور	۱۹۸۶ء
۲۲	تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا	سیاسیات	لاہور	۱۹۸۸ء
۲۳	جان جاناں ﷺ	سیرت و ادب	کراچی	۱۹۸۹ء

۲۴	آئینہ رضویات (جلد اول) ——— مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	تاریخ و سوانح	کراچی	۱۹۸۹ء
۲۵	امام احمد رضا اور عالمی جامعات	سوانح و ادب	صادق آباد	۱۹۹۰ء
۲۶	امام احمد رضا اور علوم جدیدہ و قدیمہ	سوانح و ادب	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۷	سرتاج الفقہاء	فقہ، سوانح	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۸	مراد رسول	سوانح	لاہور	۱۹۹۳ء
۲۹	قیامت	قرآن و ادب	کراچی	۱۹۹۳ء
۳۰	آئینہ رضویات، جلد دوم مرتبہ محمد عبدالستار طاہر	سوانح و تاریخ	کراچی	۱۹۹۳ء
۳۱	محدث بریلوی	سوانح	کراچی، لاہور	۱۹۹۳ء
۳۲	علم غیب	سیرت	کراچی، دہلی	۹۳ـ۱۹۹۶ء
۳۳	تعظیم و توقیر	سیرت	کراچی، دہلی	۱۹۹۳ء
۳۴	نسبتوں کی بہاریں	نفسیات، ادب و تصوف	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۳ء
۳۵	حضرت مجدد الف ثانی	سوانح	کراچی	۱۹۹۵ء
۳۶	نئی نئی باتیں	فقہ و ادب	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۵ء
۳۷	سلام و قیام	سیرت و ادب	کراچی، دہلی	۱۹۹۵ء
۳۸	قبلہ	تاریخ و سیرت	کراچی، لاہور، دہلی	۱۹۹۵ء
۳۹	مصطفوی نظام معیشت	معاشیات	کراچی	۱۹۹۶ء
۴۰	فاروق اعظم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک	سیاسیات	کراچی	۱۹۹۶ء
۴۱	ShaykhAhmedSirhindi Dr.M.Iqbal	سوانح و تصوف	کراچی	۱۹۹۶
۴۲	صراط مستقیم	تصوف و فقہ	کراچی	۱۹۹۷ء
۴۳	تقلید	عمرانیات	کراچی	۱۹۹۷ء
۴۴	مدح اسلام	تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء
۴۵	حضرت قبلہ الند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی	سوانح	کراچی	۱۹۹۶ء
۴۶	مجدد جز معدوم	تاریخ و سوانح، تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء

تالیفات

۴۷	مکاتیب مظہری (جلد اول)	ادب و تصوف	کراچی	۱۹۶۹ء
۴۸	مواعظ مظہری	مذہب و ادب	کراچی	۱۹۶۹ء
۴۹	فتاویٰ مظہری	فقہ	کراچی	۱۹۷۰ء
۵۰	مظہر العقائد	عقائد	سیالکوٹ	۱۹۷۶ء
۵۱	اکرام امام احمد رضا	سوانح	لاہور	۱۹۸۳ء
۵۲	امام احمد رضا اور عالم اسلام	سوانح	کراچی	۱۹۸۳ء
۵۳	فتاویٰ مسعودی	فقہ	کراچی	۱۹۷۸ء
۵۴	ارمغان رضا	ادب	کراچی	۱۹۹۴ء
۵۵	انتخاب حدائق بخشش	ادب	کراچی	۱۹۹۵ء
۵۶	مکتوبات شریف حضرت قاضی احمد دمائی نقشبندی مجددی	ادب و تصوف	کراچی	۱۹۹۷ء

تراجم

۵۷	The Influence of Islam On Indian Culture تمدن ہند پر اسلامی اثرات از ڈاکٹر تارا چند	تاریخ و ثقافت	کراچی	۱۹۶۴ء

زیر طبع و زیر تدوین

۵۸	خلفائے اعلیٰ حضرت	سوانح	کراچی	زیر طبع
۵۹	آئینہ رضویات (جلد سوم) مرتبہ محمد عبدالستار طاہر	تاریخ و سیاسیات	کراچی	زیر طبع
۶۰	مکاتیب مظہری (جلد سوم)	ادب	کراچی	زیر طبع
۶۱	جس کا انتظار تھا	سیرت	کراچی	زیر تدوین
۶۲	قرآن کا تصوف مذہب	مذہب	- کراچی	زیر تدوین
۶۳	ہم کدھر جا رہے ہیں؟	تاریخ و سیاسیات	کراچی	زیر تدوین
۶۴	رواداری قرآن حکیم کی روشنی میں	قرآنیات و عمرانیات	کراچی	زیر تدوین